ماہنامہ مجلہ

حیات نو

بلریاگنج

دو عادتیں ایسی ہیں جو کسی مومن میں اکٹھا نہیں
ہو سکتیں ایک بخل دوسری بداخلاقی۔

ترمذی شریف

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ

حیات نو

بلریا گنج

شمارہ ۱۱-۱۲	شعبان رمضان ۱۴۲۱ھ نومبر دسمبر ۲۰۰۰ء	جلد نمبر ۱۷

معاون مدیر	مدیر مسئول
انیس احمد فلاحی مدنی	ابوالکارم ازہری

☆طلبہ کے لیے: ۳۰ روپے	☆سالانہ زر تعاون: ۵۰ روپے
☆اعزازی زر تعاون: ۱۰۰۰ روپے	☆خصوصی زر تعاون: ۱۰۰ روپے
☆اس شمارہ کی قیمت: ۱۰ روپے	☆بیرون ملک: ۲۵ امریکی ڈالر

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے لہٰذا جلد از جلد سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ مجلہ حیات نو، جامعۃ الفلاح

بلریا گنج، اعظم گڑھ (یوپی) ۲۷۶۱۲۱

Phone: 05466-25116

(نفیس آفسیٹ پریس ناندہ)

بنام ارکان عام انجمن طلبہ قدیم .... جامعۃ الفلاح

موقر رکن عام انجمن

عزیزان محترم!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

امید ہے کہ آپ تمام حضرات بعافیت ہوں گے اور دین و ملت کی خدمت میں سرگرم ہوں گے۔ فروری ۲۰۰۰ء میں آپ کے نام ایک اعلان عام اخبارات میں شائع کرایا گیا تھا اور یہ خوشخبری سنائی گئی تھی کہ طلبہ جامعہ جو باہمی اختلافات کی وجہ سے دو تنظیموں میں تقسیم ہو گئے تھے...... انجمن طلبہ قدیم اور تنظیم ابنائے قدیم دونوں نے اب ایک نظم کے تحت منظم ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کے تحت اسی وقت دونوں تنظیموں نے اپنی اپنی شوریٰ کے مشورے سے ایک ایڈہاک کمیٹی تشکیل دی تھی۔ اس عمل کو تکمیل کے مرحلے تک پہنچانے کے لئے جامعۃ الفلاح کی مجلس شوریٰ کی جانب سے تشکیل کردہ کمیٹی کی دعوت پر ایڈہاک کمیٹی کے ارکان کی ایک نشست مورخہ ۳۰، ۳۱ اگست ۲۰۰۰ء کو جامعۃ الفلاح میں منعقد ہوئی جس میں کنوینر کمیٹی کے علاوہ درج ذیل افراد شریک نشست رہے۔

ارکان مصالحتی کمیٹی: ۱۔ مولانا عبدالحسیب اصلاحی صاحب ۲۔ شیخ حسیب صاحب ۳۔ محمد اشفاق صاحب

ارکان ایڈہاک کمیٹی: ۱۔ مولانا رحمت اللہ اثری صاحب ۲۔ مولانا ظہیر عالم فلاحی صاحب ۳۔ مولانا ابوالکارم صاحب ۴۔ مولانا محمد عمران صاحب ۵۔ مولانا کلیم احمد قاری صاحب ۶۔ مولانا مطیع اللہ صاحب ۷۔ مولانا مقبول احمد صاحب ۸۔ مولانا صباح الدین ملک صاحب ۹۔ ڈاکٹر عبید اللہ فہد صاحب ۱۰۔ مولانا طارق [illegible] صاحب ۱۱۔ مولانا ولی اللہ سعیدی صاحب۔

خدا کا شکر ہے کہ دستوری ترمیمات، آئندہ کے لئے لائحہ عمل کی تیاری وغیرہ جیسے امور طے ہو گئے ہیں اور الحمدللہ کاموں کا آغاز بھی ہو گیا ہے۔ آئندہ بھی یہ کام حسب ضرورت ان شاء اللہ جاری رہے گا تاکہ اتحاد کا عمل پائیدار ہو۔ [illegible] آپ کو انجمن طلبہ قدیم کی شوریٰ کی [illegible] ایڈہاک کمیٹی [illegible] ترمیمات پر مشتمل ہے۔ آپ اپنی انجمن کے نئے نام پر بھی غور کریں [illegible] ایک ورکنگ کمیٹی تشکیل دی ہے جو درج ذیل افراد پر مشتمل ہو گی۔

۱۔ مولانا رحمت اللہ اثری صاحب ۲۔ مولانا ظہیر عالم فلاحی صاحب ۳۔ مولانا محمد عمران صاحب ۴۔ مولانا مقبول احمد صاحب ۵۔ مولانا ولی اللہ سعیدی صاحب ۶۔ مولانا [illegible] اشرف صاحب

یہی کمیٹی انتخابی کمیٹی کے فرائض بھی انجام دے گی۔ جامعہ کی جانب سے تشکیل کردہ مصالحتی کمیٹی کے ایک رکن جناب شیخ حسیب صاحب انتخابی کمیٹی کے کنوینر کے فرائض انجام دیں گے۔

جامعۃ الفلاح کی مجلس شوریٰ اور شیخ الجامعہ نے مورخہ ۲ ستمبر ۲۰۰۰ء کے اجلاس میں اس پورے عمل پر اپنے اطمینان اور مسرت کا اظہار کیا ہے اور توقع کی ہے کہ اتحاد کا یہ [illegible] پروگرام کے مطابق جلد از جلد پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ موجودہ حالات کا بھی یہی تقاضا ہے کہ ہم دین و ملت کو درپیش چیلنجوں کا سامنا کرنے کے لئے مطلوب اتحاد کا آغاز اپنی صفوں سے کریں اور اس پورے کام میں ورکنگ کمیٹی سے بھرپور تعاون فرمائیں۔ امید ہے آپ اپنی مادر علمی کے مقاصد کو حاصل کرنے کی راہ میں چھوٹے موٹے معمولی اختلافات کو حائل نہ ہونے دیں گے اور اس کام کو خوشگوار انجام تک پہنچائیں گے۔

والسلام

رئیس احمد خان

کنوینر مصالحتی کمیٹی

نقوش حیات نو

○ اداریہ

پیغام رمضان — انیس احمد فلاحی — ۳

○ درس حدیث

قیادت اور اس کے اوصاف — مقبول احمد فلاحی — ۶

○ اصولی مباحث

فن جرح و تعدیل ایک مختصر تعارف — ڈاکٹر عطاف احمد امان — ۱۰

○ بحث و نظر

حکومت الٰہیہ کے بے دو بنیادی چیزیں — مفتی کلیم رحمانی — ۱۵

حقوق انسانی کے حدود... اسلام کا نقطہ نظر — رضی الاسلام ندوی — ۲۲

نازک حالات میں مسلمانوں کا لائحہ عمل قرآن و حدیث کی روشنی میں — شمیم اختر فلاحی — ۲۸

اسلامیات و حدیث پر مستشرقین کی خدمات کا تجزیاتی مطالعہ — ظفر ہیف الشہباز ندوی — ۳۷

○ وعظ و ارشاد

وہ انقلابی رات — نسیم غازی فلاحی — ۴۵

روشنی کا سفر — محمد الہدی عالی — ۴۷

○ فقہ و فتاوی

امریکہ و یورپ کی مصنوعات کے بائیکاٹ کا حکم — محمد ظفر اللہ قاسمی — ۳۹

○ تعارف

جامعۃ الفلاح کا نیا نصاب تعلیم — ادارہ — ۵۴

○ جامعہ کے لیل و نہار

مولانا مودودی سیمینار کی پیش رفت — ۶۳

کلیۃ البنات جامعۃ الفلاح کے لیے دو منصوبے

بہی خواہان جامعہ کی خدمت میں

سرگرم عام ارکان انجمن — ناظم جامعہ، ایڈہاک کمیٹی — ۶۴

اداریہ

پیغام رمضان

انیس احمد فلاحی

ماہ رمضان کی فضیلت واہمیت کم و بیش ہر مسلمان جانتا ہے۔ متعدد احادیث میں اس کی برکتوں اور رحمتوں کے تذکرے ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگو! بہت ہی عظمت و برکت کا مہینہ تم پر سایہ فگن ہونے والا ہے۔ یہ مہینہ وہ ہے جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ خدا نے اس مہینہ کے روزے فرض قرار دیے ہیں اور قیام لیل کو نفل قرار دیا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں دل کی خوشی سے بطور خود کوئی نفل کام کرے گا وہ دوسرے مہینوں کے فرض کے برابر اجر پائے گا اور جو شخص اس مہینہ میں ایک فرض ادا کرے گا خدا اس کو دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں کے برابر ثواب عطا فرمائے گا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ یہ ایسا مہینہ ہے جس کے ابتدائی عشرہ میں رحمت، درمیانی عشرہ میں مغفرت اور آخری عشرہ میں دوزخ سے رہائی ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام (زیردست) سے کم کام لے اللہ اس کو بخش دے گا اور دوزخ سے آزاد کر دے گا۔ (السنن الکبریٰ، للامام بیہقی)

ماہ مبارک کی اس فضیلت اور قدر و اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ یہی وہ مہینہ ہے جس میں انسانوں کو وہ لازوال ہدایت دی گئی جس پر کہنگی اور قدامت کا کبھی کوئی اثر نہیں ہوگا۔ کاش اس ماہ مبارک کی قدر و منزلت کا احساس مسلمانوں کے دلوں میں ایسا پیدا ہو کہ وہ اس نعمت عظمیٰ سے کما حقہ فیضیاب ہونے کی پوری کوشش کریں اور اللہ کی رحمت کو یوں صدا دیں کہ زندگی کے سارے درد و داغ یک لخت کافور ہو جائیں اور مسلمانوں کو دنیا میں بھی عزت و آبرو کا مقام حاصل ہو اور آخرت میں بھی اللہ کی رضا و خوشنودی سے شادکام ہوں۔

اے کاش نزول قرآن کا یہ مہینہ ملت اسلامیہ کے ہر ہر فرد کو قرآن کریم کا ایسا والہ اور شیدا بنا دے کہ وہ اس کو اپنی زندگی کا آئینہ بنا لے اور وہ اسی کو ہر کتاب سے زیادہ پڑھے، اسی کو ہر کتاب سے

زیادہ سمجھے اور اس کے مفہوم و مدعا کو اپنی زندگی میں سب سے زیادہ اتارنے کی کوشش کرے حتیٰ کہ اس کی زندگی پوری کی پوری قرآن کا نمونہ بن جائے۔ اس کی سیرت قرآن ہو، اس کا اخلاق قرآن ہو، اس کی فکر کا محور قرآن ہو، اس کی تہذیب قرآن ہو، اس کی تجارت، اس کی صنعت، اس کی حرفت، اس کی سیاست، اس کی معیشت غرض اس کی زندگی کا ہر معاملہ قرآن کی ہدایت کے نور سے منور ہو کہ یہی چیز اس کو دنیا کی امامت و قیادت کے منصب سے بھی سرفراز کرے گی۔

یوں تو زوال امت کے اسباب میں عالم اسلام پر تاتاریوں کی یورش و یلغار، گروہی و مسلکی تعصبات اور اغیار کی سازشوں کا بالخصوص ذکر کیا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ امت کی زبوں حالی، اس کے افتراق و انتشار اور دنیا میں اس کی بے وقعتی کا حقیقی اور بنیادی سبب اس عظیم امانت سے لاپرواہی ہے جس کا اسے خدا نے حامل و امین بنایا تھا۔ خدا کی غیرت بھی یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ اس کے پیغام اور فرامین کی بے وقعتی کرنے والے عزت و سربلندی کا مقام پا سکیں۔ آج بھی اگر ہم اپنی گمشدہ عظمتوں کی بازیابی چاہتے ہیں تو اس کے لیے اس کتاب عزیز کی جانب پلٹنا اور اس کو اپنا رہنما بنانا ضروری ہوگا۔

اس نعمت کی عظمت کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ اسی نعمت کی شکر گذاری کے طور پر ہی اللہ تبارک و تعالیٰ نے ماہ مبارک کے روزے فرض قرار دیے تاکہ ہم نفسانی و شہوانی خواہشات کو دبا کر قرب الٰہی حاصل کر سکیں۔ روزہ کے اندر شہوات و خواہشات پر قابو پانے کی صلاحیت دیگر عبادات و اذکار کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ کیوں کہ یہ انسان کے ارادہ کو مضبوط بناتا ہے اور اس کے اندر اپنی خواہشات و لذات پر حکمرانی کی طاقت عطا کرتا ہے۔ یہ خواہشات وہ چیزیں ہیں کہ اگر انہیں بالادستی حاصل ہو جائے تو انسانی تعلقات کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ اور آپس کا تعاون و اتحاد پارہ پارہ ہو کے رہ جاتا ہے۔ خواہشات پر قابو پالینا دنیوی زندگی میں انسان کا سب سے بڑے دشمن پر قابو پالینا ہے جس کے بعد اس کا رخ خدا کی طرف ہو جاتا ہے۔ اور طہارت و پاکیزگی میں اس پر ملائکہ بھی رشک کرنے لگتے ہیں۔ البتہ اس مرتبہ بلند کو پانے کے لیے بڑے مجاہدے کی ضرورت ہے۔ خواہشات سے جنگ کرنے اور ان پر قابو پانے کی ضرورت ہے۔ روزوں کی حفاظت اور اس کے

آداب کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔ بایں طور کہ منہ کو کھانے اور پینے سے، آنکھوں کو بیہودہ اور فحش مناظر کی دید سے، کانوں کو گانے بجانے کی آواز سے، ذہن و دماغ کو شہوانی اور ہیجانی افکار و تصورات سے، ہاتھ اور پیر کو دوسروں کی ایذا رسانی سے اور زبان کو غیبت، چغلخوری، بہتان اور افترا پردازی سے مکمل طور پر محفوظ رکھا جائے۔ ارشاد رسول ﷺ ہے: "من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة في أن يدع طعامه و شرابه" (صحيح بخاري، كتاب الصوم، باب من لم يدع قول الزور والعمل به في الصوم) جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا اور پینا چھوڑ دے۔

بخشش و مغفرت اور آگ سے نجات کا یہ مہینہ ہمیں اپنے گناہوں سے مغفرت اور جہنم کی آگ سے اپنے کو بچانے کی دعوت دیتا ہے۔ یہ ہمارے لیے بہترین موقع ہے کہ ہم کثرت سے اپنے گناہوں پر توبہ و استغفار کریں اور دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کے لیے ذکر و مناجات اور دعائیں کریں۔

غمخواری کا یہ مہینہ ہمیں غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ رحمت و ملاطفت کی روش اپنانے کی دعوت دیتا ہے کہ یہی چیز رحمت خداوندی کو متوجہ کرتی ہے۔ ماہ مبارک کے کسی بھی لمحہ کو ضائع نہ کیجیے۔ عبادت و تلاوت، ذکر و تسبیح، ہمدردی و خیر خواہی، اور غرباء پروری کی روش کو اپنا کر اپنے رب غفور کو راضی کرنے کی کوشش کیجیے کہ "بد بخت ہے وہ شخص جس نے رمضان جیسے مہینہ کو پایا اور اپنی مغفرت کی کوشش نہ کی۔"

اللہ ہم سب کو ماہ مبارک کی لطافتوں، برکتوں اور فیضان رحمت سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ ☆☆

درس حدیث

قیادت اور اس کے اوصاف

مقبول احمد فلاحی

"کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ." رواہ البخاری

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا تم میں کا ہر شخص نگراں ہے اور تم میں سے ہر شخص سے ان لوگوں کے بارے میں سوال ہوگا جن پر وہ نگراں بنایا گیا ہے۔

اس فرمان پر غور کیجئے تو پتہ چلے گا کہ دنیا کا ہر شخص ایک مخصوص دائرہ میں قائد نگراں سرپرست اور مربی ہے۔ اس قول کی رو سے ہر شخص قائد ہے لہذا ہر شخص محتاج ہے کہ جانے اور سمجھے کہ قیادت کیا ہوتی ہے۔ اس کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔ قائدانہ اوصاف کس چیز کا نام ہے اور کیوں کر اپنے دائرہ کار میں موثر اور مفید قیادت کی جا سکتی ہے۔

دوسری حقیقت یہ سامنے آتی ہے کہ اسلام کی نظر میں قیادت کوئی اعزاز قومیت اور بڑے پن کی چیز نہیں ہے۔ جس پر آدمی احساس برتری میں مبتلا ہو۔ بلکہ درحقیقت یہ ایک بار امانت ہے۔ جس کی ما حقہ انجام دہی کے نتیجے میں عنداللہ اور عندالناس آدمی مقبول اور کامیاب قرار پاتا ہے۔ اور ذمہ داریوں کی عدم انجام دہی یا اس کے غلط استعمال سے دونوں جہاں کی ناکامی اور خسران حصے میں آتی ہے۔

لفظ قیادت کے ساتھ انسانی معاشرے کے دو طبقات ذہن پر ابھرتے ہیں۔ ایک طبقہ وہ ہے جو کسی نہ کسی سطح پر دوسرے انسانوں کی رہنمائی کے فرائض انجام دیتا ہے دوسرا طبقہ وہ ہے جو اپنا قائد کسی فرد کو بناتا ہے۔ دراصل قیادت کی تعبیر میں دونوں سطح پر شعوری کوشش ہی سے حسب حال اور موزوں قیادت ابھرتی ہے۔ قیادت اگر موجود نہ ہو تو عوام الناس کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے اجتماعی معاملات کی نگرانی اور روزمرہ کے امور میں سربراہی کے لئے ہر سطح پر کچھ پیشوا بنائیں۔ اجتماعی معاملات کی پیشوائی کے لئے اسلام نے چند زریں اصول دیے ہیں ان کو ملحوظ رکھا جائے تو قیادت موجب رحمت بنتی ہے ورنہ زحمت کا سبب بن کر سماج کے لئے پیشوائی اور قیادت ایک عذاب بن جاتی ہے۔ دراصل اسلامی قیادت اللہ اور غیر اسلامی قیادت کے درمیان بنیادی فرق یہی تصور ہے۔ اہل دنیا کسی منصب کو اپنے لئے اعزاز سمجھتے ہیں اور منصب سے ناجائز استفادہ کرنا، تکبر کرنا ان کا شیوہ ہوتا ہے جبکہ اسلامی قائد اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ امانت سمجھتا ہے اور ہر وقت اس احساس سے پریشان رہتا ہے کہ کس طرح اللہ کی اس امانت کا حق ادا کر سکوں گا۔ فکر مند رہتا ہے۔ کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے برابر دعا کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس سلسلہ میں فرمان ہے:

﴿ان اللہ یامرکم أن تؤدوا الامانات الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس أن تحکموا بالعدل ان اللہ عزیز حکیم﴾

امت مسلمہ سے پہلے روئے زمین پر بحیثیت مجموعی بنی اسرائیل کو قیادت اور فضیلت کا مقام حاصل تھا۔ مگر ان کے دور زوال میں دیگر کمزوریوں کے ساتھ ساتھ وہ بڑی کمزوریاں پیدا ہو گئی تھیں کہ وہ اپنے قائد اور رہنما ایسے لوگوں کو بنانے لگے تھے جو نااہل اور ناکارہ ہوتے تھے اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں حق و صداقت کے بجائے دولت، رتبہ، خاندان وغیرہ کے مدنظر فیصلے کیا کرتے تھے۔ ان خرابیوں کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب امامت سے معزول کر دیا تھا اور ان کی جگہ امت مسلمہ کو فائز کیا تھا۔ اگر خدانخواستہ انھیں امراض میں یہ امت بھی مبتلا ہو جائے تو قہر الٰہی کو دعوت دے گی۔ فرمان ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اپنے اجتماعی معاملات کی ذمہ داریاں ایسے لوگوں کے سپرد کرو جو اس کی اہلیت رکھتے ہوں۔ نااہل لوگوں کو خواہ وہ دولت، وجاہت، ناموری وغیرہ میں بلند مقام پر کیوں نہ فائز ہوں انھیں اپنا قائد ہرگز نہ بناؤ۔

قرآن اور اسلام نے قیادت کی اہلیت اور اس کی صفات کیا بیان کی ہیں اس کا تذکرہ نیچے آتا ہے۔

ا۔ یہ بات لوگوں کے سامنے واضح رہنی چاہیے کہ کسی کو امام، پیشوا، قائد یا کوئی بھی سماجی و اجتماعی کام سپرد کرتے وقت دیگر قوموں کی طرح اپنی پسند، دولت، قرابت یا دیگر غیر اسلامی بنیاد کو بھی مدنظر نہیں رکھنا چاہیے۔ اسلامی اصولوں سے انحراف کے نتیجے میں قیادت سے کوئی خیر برآمد ہو سکے گا۔ یہ معاملہ براہ راست ان لوگوں سے متعلق ہے جو کسی کو اپنا ذمہ دار بناتے ہیں۔

اسلام کی نظر میں قیادت کے لئے اہل صرف وہی لوگ ہیں جو درج ذیل صفات کے حامل ہوں:

ا۔ **پہلی اور بنیادی بات** یہ دیکھنے کی ہوتی ہے جس کے سپرد کوئی ذمہ داری ڈالی جا رہی ہے وہ اس منصب کا خواہشمند تو نہیں ہے۔ صحیح حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا

کہ اگر کوئی شخص کسی عہدہ اور منصب کا خواہشمند ہے اور سمجھتا ہے کہ میں اس کام کو انجام دینے کے لئے سب سے بہتر ہوں، تو یہ خود رائی اور خود نمائی ایک شیطانی وصف ہے اور جو لوگ خواہشمند ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ سارا بوجھ ان کے سر ڈال دیتا ہے اور اپنی تائید وحمایت کھینچ لیتا ہے۔ نتیجے کے طور پر وہ آدمی منصبی فرائض کی انجام دہی میں ناکام ہو جاتا ہے۔ اس کے بالمقابل وہ فرد جو منصب کا امیدوار یا خواہشمند تو نہیں ہے البتہ عوام یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو یہ ذمہ داری دی جانی چاہئے اور لوگ باصرار اس کے سپرد بار امانت ڈال دیتے ہیں۔ اور وہ احساس ذمہ داری سے سہما سہما رہتا ہے۔ ایسے شخص پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے اللہ پر بھروسہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس کی مدد کے لئے فرشتے مقرر فرما دیتا ہے جو ہر آن اس کے شامل حال ہوتے ہیں اور پھر تائید ربانی کے ذریعہ یہ شخص اپنے فرائض کی انجام دہی میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

۲. **اللہ تعالیٰ کی نظر** میں سب سے مکرم اور افضل وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ فرمایا گیا۔ ﴿ان اکرمکم عند اللہ اتقکم﴾ اسلام میں کسی کی بہتری یا بڑائی نسل و قومیت، زر وجواہر سے نہیں ہے بلکہ اصل بڑائی یہ ہے کہ کون شخص اللہ سے کس قدر خوف رکھتا ہے۔ قائد وہی ہو سکتا ہے جو صاحب ایمان ہو صاحب تقوی ہو۔ یہ قیادت مذہبی ہو یا دنیاوی ہر حال میں اسلام اس چیز کو مقدم رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ دین ودنیا کی تفریق کے نتیجے میں بدقسمتی سے ہمارے یہاں یہ خیال تو عام ہو گیا ہے کہ دینی معاملات میں تو تقوی اور دینداری دیکھی جاتی ہے مگر سماجی اور معاشرتی قیادت کے لئے یہ ضروری نہیں۔ یہ سخت غلط فہمی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دین کو دنیا سے الگ کر کے مسلم سماج دنیاوی امور میں ان کے پیچھے دوڑتا ہوا نظر آتا ہے جو بے دین بے راہ رو بلکہ اللہ اور رسول کے باغی ہیں۔ غلط ہاتھوں میں قیادت چلے جانے کے نتیجے میں عوام رفتہ رفتہ بے دین اور بے راہ رو ہوتے چلے جاتے ہیں۔

مگر یہ بھی کم افسوس ناک پہلو نہیں ہے کہ دین دار طبقہ دنیاوی امور سے اس قدر الگ تھلگ اور بے تعلق یا کم فہم ہوتا ہے کہ اسے اطمینان کے ساتھ قیادت دی نہیں جا سکتی کیوں کہ وہ دراصل دنیا کو دین کے دائرہ سے الگ سمجھ کر خود کو اس سے کاٹے ہوئے ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص کیا قیادت کرے گا۔ یہ ساری خرابیاں دین و دنیا کی تفریق کی پیداوار ہیں۔

۳. **صاحب نظر** چونکہ قائد کو انسانی سماج کے اس طبقہ کی قیادت کرنی ہے جس کا

اسے قائد بنایا گیا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ وہ اپنے فرائض سے واقف ہو سماجیات کا علم رکھتا ہو لوگوں کے لئے حلم وبردباری کا پیکر ہو حریص لالچی اور خود غرض نہ ہو۔ حالات وکوائف پر گہری نظر ہو، معاملات کو سمجھنے اور اسے سلجھانے کی صلاحیت ہو کسی مسئلہ میں رائے قائم کرنے کی اہلیت ہو۔ ایک نیک آدمی ضروری نہیں کہ وہ عمر، حقیقت شناسی، معاملہ فہمی، دور اندیشی، قوت فیصلہ، قوت ارادی، صاحب بصیرت، اور خوش مزاج بھی ہو لہذا قیادت کے اندر ان کے اوصاف کو بھی دیکھنا ضروری ہے

۴. **محبت، دلسوزی** قائد کے اندر ایک بنیادی وصف یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے مامورین اور ماتحت لوگوں سے حقیقی طور پر شفقت ومحبت کرنے والا ہو۔ باپ اولاد کا فطری قائد ہے وہ اپنی اولاد کے لئے کوئی ایسا کام پسند کر ہی نہیں سکتا جس سے اولاد کو نقصان ہو سکتا ہو۔ بسا اوقات اپنی ذات پر اولاد کو ترجیح دے دیتا ہے۔ اس کے لئے بھی وہی شفقت اور محبت کے جذبات ہوتے ہیں اس طرح وسیع پیمانے پر انسانی سماج کا موزوں قائد وہی ہو سکتا ہے جس کے دل میں اپنے مامورین کے لئے ہمدردی، محبت، اور حقیقی خیر خواہی کے جذبات کارفرما ہوں۔ ہر حال میں وہ عوام کی بھلائی ہی کی سوچتا رہے۔ اس کے دل میں اس طرح کے جذبات نہ ہوں جس سے عوام کو اپنے ذاتی مفاد کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دے۔ جبکہ پوری دنیا میں دیکھنے میں آتا ہے کہ قائدین عوام کا ملکوں کا سودا کرنے میں بھی دریغ نہیں کرتے۔ علامہ اقبال نے فرمایا ہے

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

۵. **فنی مہارت** اوپر جو اوصاف گنائے گئے ہیں وہ ہر طرح کے قائد کے لئے ضروری ہیں۔ ان بنیادی اوصاف کے بغیر قائد اپنی ذمہ داری کما حقہ انجام نہیں دے سکتے۔ فنی مہارت سے مراد یہ ہے کہ جس طرز کی قیادت مطلوب ہے اس میں آدمی مہارت رکھتا ہو۔ ایک مدرس کو فن تعلیم میں مہارت کی ضرورت ہے والدین کو فن تفہیم وتربیت سے آگاہی درکار ہے تنظیم کی قیادت کے لئے اس تنظیم کے مزاج شناسی اور اس کی مالہ اور ماعلیہ میں دسترس درکار ہے۔ ملکی قیادت کے لئے نظم ونسق اور انتظامی صلاحیت کی ضرورت ہے۔ اس طرح میدان جنگ کی سپہ سالاری کے لئے فن حرب وضرب میں مہارت کی ضرورت ہے۔ ☆☆

اصولی مباحث

جرح و تعدیل ایک مختصر تعارف

(چوتھی قسط)

ڈاکٹر عاطف احمد زمان

جامعہ قطر

جرح و تعدیل کا حق کسے حاصل ہے؟

جرح و تعدیل کا حق صرف اسی عالم دین کو حاصل ہے جو درج ذیل صفات کا حامل ہو:

۱۔ عادل ہو ۲۔ متقی و پرہیزگار ہو اور ہر طرح کے جماعتی اور مسلکی تعصب سے دور ہو۔

۳۔ جرح و تعدیل کے اسباب سے واقف ہو۔

ابن حجر ''شرح النخبہ'' میں لکھتے ہیں ''تزکیہ انہیں افراد کا مقبول ہوگا جو اسکے اسباب سے واقف ہوں، ناواقفوں سے نہیں، ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں'' جرح و تعدیل صرف ایسے عادل راویوں کا مقبول ہوگا جو حد درجہ حساس ہوں''۔

التاج السبکی لکھتے ہیں ''جو شخص جرح و تعدیل کے اسباب سے ناواقف ہو اس کی جرح و تعدیل کا مطلق اعتبار نہ ہوگا''۔

۴۔ شرعی احکام سے واقف ہو کیوں کہ حلال و حرام سے ناواقف شخص غیر حرام اشیاء کے ارتکاب سے بھی کسی کو جرح کا نشانہ بنا سکتا ہے چنانچہ امام شافعیؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے مصر میں ایک معدل کو ایک دوسرے فرد کی جرح کرتے ہوئے پایا جب اس سے وجہ پوچھی گئی تو فرمایا ''میں نے اسے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ پوچھا گیا اس سے کیا ہوا؟ فرمایا اس سے اس کے چھینٹے اس کے ہاتھ اور کپڑے پر پڑ سکتے ہیں اور اسی حالت میں وہ نماز پڑھ سکتا ہے۔ پوچھا گیا کیا آپ نے اس کے اوپر چھینٹے پڑتے ہوئے اور بلا دھلے ہوئے اسے نماز پڑھتے ہوئے پایا ہے؟ کہا نہیں لیکن میرا خیال ہے کہ وہ ایسا کر سکتا ہے۔

۵۔ منصف ہو، متشدد اور متعصب نہ ہو کیونکہ متعصب ہونے کی صورت میں اپنے مسلک یا عقیدہ کی حمایت کی وجہ سے وہ اپنے فریق مخالف راوی پر جرح کر سکتا ہے جیسا کہ متاولین اور اہل اثبات کے درمیان صوفیوں اور اہل حدیثوں کے درمیان اور اہل حدیث اور اصحاب الرائے کے درمیان

ہوا ہے۔

۶۔ جرح کرنے والا راوی کا ہمعصر اور ساتھی نہ ہو کیوں کہ معاصرت نفرت کو جنم دیتی ہے اور خصوصاً متاخرین میں یہ وبا کافی عام ہے البتہ اگر جرح کرنے والا منصفانہ ثبوت پیش کرے تو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ ابن حجر لکھتے ہیں ''ہمعصروں کی تنقید اگر اس کا سبب واضح نہ ہو تو ایک دوسرے کے حق میں وہ غیر معتبر ہوگی''۔ امام ذہبی لکھتے ہیں ''ہمعصروں کا ایک دوسرے پر کلام قابل غور ہے''۔

کیا جرح و تعدیل کے اسباب سے واقف بچوں اور عورتوں کو جرح و تعدیل کا حق حاصل ہے؟

ابو بکر باقلانی، خطیب بغدادی اور امام نووی کے نزدیک ان کی تعدیل مقبول ہوگی البتہ اکثر فقہا اہل مدینہ کے نزدیک عورتوں کی تعدیل غیر معتبر ہوگی۔ لیکن پہلی رائے ہی زیادہ معتبر ہے کیوں کہ تعدیل در حقیقت ایک خبر ہے اور عادل عورت کی خبر معتبر و مقبول ہوتی ہے۔

جرح و تعدیل کے قواعد: جرح و تعدیل کے چار اہم قواعد ہیں۔

پہلا قاعدہ

جرح و تعدیل کا حق صرف اسی محدث کو حاصل ہے جو عادل، زیرک، اسباب جرح اور ضبط کی حقیقت سے واقف ہو نیز راوی اور اس کی مرویات پر عمدہ انداز سے اسباب جرح کی تطبیق کرنے والا ہو۔ اس سلسلہ میں یہ متفق علیہ قاعدہ ہے کہ کسی بھی ایسے شخص کی جرح مقبول نہ ہوگی جو تعدیل کے باب میں افراط کا شکار ہو اور محض ظاہری دیانت وتقویٰ کو دیکھ کر راوی کی تعدیل کر دیتا ہو۔

دوسرا قاعدہ

جرح و تعدیل ایک امام کی بھی مقبول ہوگی البتہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ گواہی کی طرح جرح میں بھی کم از کم دو اماموں کی مصیص ضروری ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ تعداد کی شرط جس طرح خبروں میں ضروری نہیں ہے اسی طرح جرح میں بھی ضروری نہیں ہے۔

تیسرا قاعدہ

تزکیہ و تعدیل اگر اسباب کے بغیر کی گئی ہو تو معتبر ہوگی کیوں کہ تعدیل کے اسباب بے شمار ہیں جن کا استقصاء ممکن نہیں البتہ جرح کی قبولیت کے لیے اسباب کا تذکرہ ضروری ہے۔ تاکہ یہ

دیکھا جاسکے کہ کیا واقعۃً وہ سبب باعث جرح ہے بھی یا نہیں کیوں کہ متعدد ناقدین حدیث نے راویوں پر تنقید کی اور جب سبب پوچھا گیا تو انھوں نے ایسے اسباب بتائے جو حقیقت میں موجب جرح نہ تھے۔ البتہ فن جرح و تعدیل کے ائمہ کی رائیں اگر غیر مبین ہوں تو بھی مقبول ہوں گی۔

چوتھا قاعدہ

جب جرح و تعدیل باہم متعارض ہو جائیں تو اس سلسلہ میں تین حالتیں ہوں گی۔

۱۔ جب کسی شخص کی جرح و تعدیل دونوں کی گئی ہو اور جارح نے جرح کا سبب نہ بیان کیا ہو یا سبب بیان کیا ہو لیکن معدل نے اس سبب سے اس کے حسن توبہ کا تذکرہ کیا ہو تو ایسی صورت میں حکم یہ ہوگا کہ تعدیل جرح پر مقدم ہوگی الا آنکہ جرح کا سبب جھوٹ ہو تو اس سے توبہ غیر مقبول ہوگی۔

۲۔ جب کسی شخص کی جرح و تعدیل دونوں کی گئی ہو اور جارح نے جرح کا سبب بیان کیا ہو لیکن معدل اس سلسلہ میں خاموش ہو یا اس نے جرح کا کوئی مسکت جواب نہ دیا ہو تو ایسی صورت میں جمہور کے نزدیک جرح تعدیل پر مقدم ہوگی خواہ معدلین کی تعداد جارحین سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو البتہ بعض لوگ اس صورت میں توقف کے اور بعض اس بات کے قائل ہیں کہ معدلین کی تعداد اگر جارحین سے زیادہ ہو تو معدلین کی رائے کو ترجیح حاصل ہوگی۔

۳۔ جرح و تعدیل کے اجتماع کی صورت میں اگر جارح نے کوئی معین سبب بتایا ہو اور معدل نے اس کی صراحۃً نفی کی ہو تو ایسی صورت میں صورت حال کے واضح ہونے تک توقف کرنا ضروری ہوگا۔

جرح و تعدیل کے مراتب

ابو محمد عبدالرحمن بن ابی حاتم اور ابن الصلاحؒ کے نزدیک جرح و تعدیل کے چار مراتب ہیں۔ جبکہ امام ذہبیؒ، عراقیؒ اور ابن حجرؒ کے نزدیک پانچ اور امام سخاویؒ اور متاخرین کے نزدیک چھ ہیں

جرح کے مراتب

پہلا مرتبہ

جرح اسم تفضیل یا اس کے مساوی ان الفاظ سے کی جائے جو راوی کے پکے جھوٹے ہونے پر دلالت کرتے ہوں۔ جیسے فلان اکذب الناس یا فلان اوضع الناس الیہ المنتھی فی

الکذب (اس پر جھوٹ کا خاتمہ ہو گیا) ھو رکن الکذب یا منبع الکذب یا معدن الکذب کہا جائے۔

مذکورہ بالا اوصاف سے جو رواۃ متصف ہوں ان کی مرویات کسی بھی حال میں معتبر نہ ہوں گی اور نہ ہی ان کی روایت کرنا درست ہوگا اس قبیل کی روایات زیادہ تر پند و نصائح، قصص اور موضوعات پر لکھی گئی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔

دوسرا مرتبہ

جرح ایسے اوصاف سے کی جائے جو راوی کے جھوٹ میں مبالغہ یا ضبط کے اختلال پر دلالت کرتے ہوں جیسے فلان کذاب، وضاع، دجال یا یکذب اور فلان یضع حدیثا کہا جائے۔

تیسرا مرتبہ

جرح ایسے اوصاف سے کی جائے جو راوی کے متہم بالکذب ہونے پر یا راوی کے ضبط کے اختلال پر دلالت کرے مثلاً فلان متھم بالکذب، فلان متروک، فلان غیر ثقۃ، فلان سقط، ھالک، ذاھب الحدیث یا لا یعتبر بہ کہا جائے۔ اس مرتبہ کے راویوں کی مرویات قابل استدلال نہ ہوں گی۔

چوتھا مرتبہ

جرح ایسے اوصاف سے کی جائے جو راوی کے شدید ضعف پر دلالت کرتا ہو راوی کے مجہول العین یا مجہول الحال ہونے کی وجہ سے یا سوء حفظ یا تدلیس کی وجہ سے جیسے فلان مجھول، فلان ضعیف جدا، فلان واہ بمرۃ، فلان لیس بشئی، ایسے راویوں کی روایت نہ تو قابل استدلال ہوں گی نہ ہی قابل اعتبار البتہ ایسی حدیثیں اگر متعدد طرق سے مروی ہوں تو قابل اعتبار بھی ہو سکتی ہیں۔ اس قبیل کی روایات زیادہ تر ضعفاء اور متروکین کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔

پانچواں مرحلہ

جرح ایسے اوصاف سے کی گئی ہو جو راوی کے صرف ضعیف ہونے پر دلالت کرتے ہوں اور یہ جرح یا تو اس لئے ہو کہ کسی نے اس کی تعدیل ہی نہیں کی یا اس کی روایات کے مضطرب ہونے،

کثرت سے اس سے منکر روایات کے مروی ہونے کی بنا پر کی گئی ہو جیسے فلان ضعیف ، فلان واہ ، فلان مضطرب الحدیث ، فلان لہ مناکیر ۔

اس قبیل کی روایات قابل استدلال نہ ہوں گی البتہ غایت درجہ تحقیق کے بعد اعتبار کے لائق بن سکتی ہیں ۔ اس قسم کی روایات زیادہ تر مسندوں اور ترغیب وترہیب کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں ۔

چھٹا مرحلہ

جرح ایسے اوصاف سے کی گئی ہو جو راوی کے ایسے ضعف پر دلالت کرتے ہوں جو تعدیل کے آخری درجہ سے کچھ ہی فروتر ہوں جیسے فلان فیہ مقال ، فلاں شخص پر کلام کیا گیا ہے ۔ فلان ضعف ، فلاں شخص کو ضعیف قرار دیا گیا ہے ۔ یا فلاں پر لوگوں نے تنقید کی ہے یا کلام کیا گیا ہے ۔ لیس بالمرضی ، فلاں شخص پسندیدہ نہیں ہے ۔ فیہ لین ، فلاں راوی میں کمزوری پائی جاتی ہے ۔ لیس بالقوی ، فلاں راوی قوی نہیں ہے ۔ لیس بذلک ، فلاں روایت کا اہل نہیں ہے ۔ اس قبیل کی روایات قابل استدلال نہ ہوں گی البتہ اعتبار کے لیے انھیں اس وقت دیکھا جا سکتا ہے جب ان کے شواہد ومتابعات پائے جائیں ۔ ٭٭

بائیکاٹ شدہ امریکی و برطانوی بعض مصنوعات

امریکی ہوٹلز و ریسٹورینٹ : میکڈونالڈز ، پار ڈیز ، کے ایف سی ، پیزا ہٹ ، ہلٹن ، انٹر کونٹیننٹل ، میری ، شیراٹون

صابن : لکس ، امپیریل ، ڈیو ، لائف بوائے ، پامس ، روگولڈ ، ڈیٹول ، پیئرس ، لرل ، ہمیز ، بے بی سوپ ، پامولیو ، روبن ، ایلیسل ، ہمرف ، ریکسونا ، ہرن ، ہلو ، ہیڈ اینڈ شولڈر ، آلا ،

چاکلیٹ : کٹ کیٹ ، ڈیری ملک ، کیڈبریز ، پرک ، چوکو چپ کوکیز ، بی ان رائز ، بورنویٹا ، ہورلکس ، بوسٹ ، پولو ۔ **ٹوتھ پیسٹ** : اورل بی ، پیپسوڈینٹ ، کلوز اپ ، کولگیٹ ، جورڈن ، ایکوا فریش ، سگنل ،

کولڈ ڈرنکس : کوکاکولا ، پیپسی ، فانٹا ، اسپرائٹ ، میرنڈا ، ماؤنٹین ڈیو ، سیون اپ ، نکولا ، لپٹن ، کنلے ، میکڈونلڈز ، بی زاہٹ ۔ **چائے** : ٹیٹلی ، لپٹن ، بروک بونڈ ، سی ٹی سی ، پی ٹی سی ، پی ٹی جی ، ٹیمس کپی ، جیمل

کریم : فیئر اینڈ لولی ، پونڈس ، لیک می ، فیئر ایور ۔ **مچھر** مارنے کی دوائی : مارٹن ، آڈومس ،

قلم : پارکر ، ایڈجل ، مونٹ بلانک ، پلکس ۔ **جوتے** : وڈلینڈ ، ایکشن ، ایڈی ڈاس ، نائک ،

دیگر سامان : جیلیٹ ، ڈی کم ، پامولیو ، رائل ، روس گھڑی **بینک** : سٹی بینک

بحث ونظر

حکومت الٰہیہ کے لئے دو بنیادی چیزیں

مفتی عظیم رحمانی

پیسہ اخبار ، ناشر

سورہ بقرہ کے تینتیسویں رکوع میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک تاریخی واقعہ کو بیان فرمایا ، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جالوت بادشاہ نے بنی اسرائیل پر ظلم وستم ڈھائے اور انھیں ان کے گھروں سے نکال دیا تو بنی اسرائیل نے وقت کے نبی حضرت صموئیل سے درخواست کی کہ ہمارے لئے کوئی بادشاہ مقرر کر دیجئے ۔ تا کہ اس کی قیادت میں ہم اللہ کی راہ میں جنگ کریں ۔ تو حضرت صموئیل نے پہلے ان سے کہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جنگ فرض ہونے کے بعد تم جنگ نہ کرو ؟ بنی اسرائیل نے کہا کہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ کیوں نہ کریں گے جبکہ ہم کو ہمارے گھروں اور بیٹوں سے نکال دیا گیا ہے ۔ اس کے بعد حضرت صموئیل نے اللہ سے بادشاہ کی تقرری کی دعا کی تو اللہ نے طالوت کو ان کے لئے بادشاہ مقرر فرمادیا ۔ جب حضرت صموئیل نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا ہے تو انھوں نے اس کے جواب میں کیا کہا اور حضرت صموئیل نے طالوت کی تقرری پر کیا دلیل دی اللہ نے اس کو یوں بیان فرمایا :

قالوا أنی یکون لہ الملک علینا و نحن احق بالملک منہ ولم یؤت سعۃ من المال قال انّ اللہ اصطفاہ علیکم و زادہ بسطۃ فی العلم والجسم (بقرہ ۲۴۷)

ترجمہ : (بنی اسرائیل نے) کہا اس کو ہم پر کیوں کر بادشاہت حاصل ہوگئی حالانکہ ہم سے زیادہ بادشاہت کے ہم مستحق ہیں اور اس کو مال کی وسعت نہیں دی گئی (حضرت صموئیل نے) کہا بیشک اللہ نے اس کو منتخب کیا ہے تم پر اور زیادہ فراخی دی اس کو علم اور جسم میں ۔

مذکورہ واقعہ صرف واقعہ ہی نہیں بلکہ اس میں حکومت الٰہیہ کے قیام کے لئے ایمان کے بعد جن دو بنیادی چیزوں کی ضرورت ہے ان کا بھی ذکر ہے اور وہ دو چیزیں علم اور طاقت کی وسعت ہے ۔ اس لئے کہ جسم کی فراخی کا اطلاق طاقت پر ہوتا ہے ، اور ان دو چیزوں کے حکومت الٰہیہ کے قیام

کے لئے ضروری ہونے کی دلیل یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے افراد نے طالوت کی بادشاہی پر اعتراض کیا تو وقت کے نبی نے طالوت کی بادشاہی پر علم اور جسم کی فراخی کی دلیل دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکومت الٰہیہ کے قیام کے لئے علم اور طاقت کی وسعت ضروری ہے۔ اور اسی سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ علم اور طاقت کی وسعت کا حصول دینی و ایمانی فریضہ و تقاضا ہے اور اس سے صرف نظر کرنا دینی و ایمانی فریضہ سے صرف نظر کرنا ہے۔

علم کی وسعت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی مرضی و نامرضی کو پورے طور پر جاننا اور اس کی مرضی کو زمین پر نافذ کرنے اور نامرضی کو زمین سے ختم کرنے کے طریقوں سے واقف ہونا۔ اور اللہ کی مرضی و نامرضی کو پورے طور پر جاننے کا علم ہمیشہ اللہ کی نازل کردہ کتابوں اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں کی تعلیمات میں رہا ہے، لیکن اب چونکہ قرآن مجید اور محمد ﷺ کی تعلیمات کے علاوہ دنیا میں کوئی اور اللہ کی کتاب اور کسی نبی کی تعلیمات صحیح حالت میں باقی نہیں رہی اس لئے اللہ کی مرضی و نامرضی کو جاننے کے لئے قرآن اور احادیث رسول کا علم ضروری ہے۔ اور چونکہ علم کی وسعت میں اللہ کی مرضی کو زمین پر نافذ کرنے اور نامرضی کو زمین سے ختم کرنے کے طریقوں کا علم بھی شامل ہے، اور زمین پر اللہ کی مرضی کا نفاذ اور نامرضی کا خاتمہ حکومت الٰہیہ کے ذریعہ ہوتا ہے، اس لئے حکومت الٰہیہ کے قیام اور بقا کے لئے مزید جس علم کی ضرورت پڑے اس کا حاصل کرنا بھی دینی فریضہ ہے جسے عرف عام میں عصر حاضر کا علم کہا جاتا ہے۔ اور خود آنحضور ﷺ نے عصر حاضر کے علم کی اہمیت و ضرورت کو محسوس فرما کر اس کے تقاضے کو پورا کیا، مثلاً ایک روایت میں فرمان رسول ﷺ ہے۔

عن زید بن ثابتؓ قال امرنی رسول الله ﷺ أن أتعلم السريانية و في رواية أنه امرني أن أتعلم كتاب يهود وقال اني ما آمن يهود على كتاب قال فما مر بي نصف شهر حتى تعلمت فكان اذا كتب الى يهود كتبت واذا كتبوا اليه قرأت له كتابهم.

ترجمہ: حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا، اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہود کا رسم الخط سیکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ مجھے یہود کی کسی تحریر پر بھروسہ نہیں ہے۔ حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ پندرہ دن بھی نہیں گذرے تھے

کہ میں نے یہود کا رسم الخط سیکھ لیا، پس آپ یہود کی طرف جو کچھ لکھنا چاہتے میں لکھ دیتا اور جب ان کی طرف سے آپ ﷺ کے پاس کوئی خط آتا تو میں آپ ﷺ کو پڑھ کر سنا دیتا۔

لیکن عصر حاضر کے متعلق یہ بات واضح رہے کہ یہ قرآن و حدیث کی فکر کے تابع رہنا چاہئے گویا کہ اصل علم قرآن و حدیث کا علم ہے اور عصر حاضر کا علم ذریعہ و سبب ہے، اگر عصر حاضر کا علم قرآنی فکر سے آزاد ہو تو اسلام میں نہ اس کی کوئی حیثیت ہے اور نہ کوئی ضرورت۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کے نزدیک عصر حاضر کا وہی علم قابل قبول ہے جس سے دین کی کوئی خدمت و ضرورت انجام پاتی ہو۔ لیکن یہ المیہ ہی ہے کہ آج دنیا میں عصر حاضر کے جس علم کو غلبہ حاصل ہے وہ قرآنی فکر سے بالکل آزاد ہے۔ اور اس علم سے باطل کی خدمت و ضرورت ہی انجام پا رہی ہے۔ اور ستم ظریفی یہ کہ بہت سے مسلمان اسی عصری علم کو سب کچھ سمجھ رہے ہیں اور قرآنی علم سے بالکل بیگانہ ہو گئے ہیں جبکہ مسلمانوں کے لئے دینی لحاظ سے عصری علم اسی وقت مفید ہو سکتا ہے جبکہ وہ قرآنی علم سے بہرہ مند ہوں ورنہ یہی عصری علم انہیں دین سے دور کرے گا اور کفر سے قریب کرے گا چنانچہ آج جو مسلمان قرآنی علم کے بغیر عصری علم کے میدان میں قدم رکھے ہوئے ہیں ان کی فکر و عمل اسلام سے دور اور کفر کے قریب ہے۔ اور مزید یہ کہ وہ قرآنی علم کو جہل سمجھتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان پہلے قرآنی علم حاصل کریں پھر عصری علوم کی طرف توجہ دیں۔

حکومت الٰہیہ کے لئے دوسری چیز طاقت ہے، طاقت سے مراد جسمانی و جنگی طاقت ہے، اس لئے کہ حکومت الٰہیہ کے قیام و بقا کے لئے جنگی طاقت کی شدید ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو جنگی طاقت کی فراہمی کا حکم بہت تاکید کے ساتھ دیا۔

و أعدوا لهم ما استطعتم من قوة و من رباط الخيل ترهبون به عدو الله و عدوكم و آخرين من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم. (انفال ۶۰)

اور تیار کرو ان سے (لڑائی) کے لئے تم سے جتنی (جنگی) قوت ہو سکے اور پلے ہوئے گھوڑے تاکہ اس کے ذریعہ تم اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن کو ڈرا سکو اور ان کے علاوہ دوسروں کو بھی جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے۔

مذکورہ آیت کی تفسیر میں ایک مفسر قرآن مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی تفسیر معارف

القرآن میں جو کلمات تحریر فرمائے، وہ ملاحظہ ہوں: ''من قوۃ یعنی مقابلہ کی قوت جمع کرو اس میں تمام جنگی سامان اسلحہ سواری وغیرہ بھی داخل ہیں، اور اپنے بدن کی ورزش فنون جنگ کا سیکھنا بھی۔ قرآن کریم نے اس جگہ اس زمانے کے مروجہ ہتھیاروں کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ قوت کا عام لفظ اختیار فرما کر اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ قوت ہر زمانہ اور ہر ملک و مقام کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے۔ اس زمانے کے اسلحہ تیر، تلوار، نیزے تھے اس کے بعد بندوق توپ کا زمانہ آیا، پھر اب بموں اور راکٹوں کا وقت آ گیا ہے۔ لفظ قوت ان سب کو شامل ہے۔ اس لئے آج کے مسلمان کو بقدر استطاعت ایٹمی قوت، ٹینک، اور لڑاکا طیارے، آب دوز کشتیاں جمع کرنا چاہئے کیونکہ سب اسی قوت کے مفہوم میں داخل ہیں۔ اور اس کے لئے جس علم وفن کی ضرورت پڑے وہ سب اگر اس نیت سے ہو کہ اس کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کے دفاع کا اور کفار سے مقابلہ کا کام لیا جائے گا تو وہ بھی جہاد کے حکم میں ہے۔'' (معارف القرآن ۴/۲۷۷)

مذکورہ آیت سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ اسلام میں جنگی ساز و سامان جمع کرنے کا مقصد جہاں اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں سے جنگ کرنا ہے وہیں دشمنان اسلام کو مرعوب کرنا بھی ہے مطلب یہ کہ دشمنان اسلام اگر مسلمانوں سے جنگ نہ کریں تب بھی مسلمانوں کو جنگی ساز و سامان سے خالی نہیں رہنا چاہئے بلکہ جنگی ساز و سامان ہمیشہ تیار رکھنا چاہئے تاکہ دشمنان اسلام مرعوب رہیں۔

حکومت الٰہیہ کے قیام و بقاء میں علم اور طاقت کی اہمیت و ضرورت اس لئے بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ اللہ کے نبی حضرت سموئیل نے طالوت کی بادشاہی کے ثبوت میں یہ دو چیزیں بنی اسرائیل کے اس اعتراض کے جواب میں ارشاد فرمائی تھی جس میں بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ طالوت کو مالی فراخی حاصل نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکومت الٰہیہ کے قیام و بقاء میں اصل چیز علم اور طاقت کی وسعت ہے اور ویسے بھی دیکھا جائے تو دنیا میں عام طور سے مالی وسعت علم اور طاقت کی وسعت کے تابع ہوتی ہے۔ جو قوم صاحب علم اور صاحب طاقت ہوتی ہے وہ صاحب مال بھی ہوتی ہے۔ اور جو قوم صاحب علم اور صاحب طاقت نہیں ہوتی وہ صاحب مال بھی نہیں ہوتی۔ لیکن یہ المیہ ہی ہے کہ آج امت مسلمہ نے مجموعی لحاظ سے مالی فراخی ہی کو سب کچھ سمجھ لیا ہے اور اسی کے حصول میں لگی ہوئی ہے اور علم و طاقت کے حصول سے منہ موڑے ہوئے ہے۔ یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ آج

امت مسلمہ مالی فراخی کے لئے جتنی کوشش کر رہی ہے اگر وہ اتنی کوشش علم اور طاقت کے حصول کے لئے کرے تو بہت جلد اس کی مغلوبیت غلبہ سے بدل جائے گی اور پھر اسے مالی فراخی بھی حاصل ہوگی۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب بھی امت مسلمہ نے علم اور طاقت سے اپنا رشتہ جوڑے رکھا وہ دنیا میں فاتح و غالب رہی اور دنیا کے خزانوں کی مالک بنی رہی، اور جب بھی امت مسلمہ نے علم اور طاقت سے اپنا رشتہ توڑا مغلوبیت و ذلت اس کا مقدر رہی اور خود اپنے خزانوں کی کنجیوں سے محروم رہی۔ حکومت الٰہیہ کے قیام و بقاء میں علم اور جنگی طاقت دونوں ہی یکساں طور پر اہمیت رکھتے ہیں، اگر ان میں سے کوئی ایک چیز نہ ہو یا دونوں میں ضرورت کے مطابق توازن برقرار نہ ہو تو ان میں سے ایک چیز کامل طور پر ہونے کے باوجود حکومت الٰہیہ قائم نہیں ہو سکتی، اور کہیں قائم ہو تو باقی نہیں رہ سکتی۔

چنانچہ اسلامی تاریخ میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جب علم اور جنگی طاقت میں سے صرف ایک چیز میں کمی واقع ہوئی تو دوسری کے پورے طور پر ہونے کے باوجود صدیوں کی قائم حکومت منٹوں میں ختم ہوگئی، ہم یہاں صرف دو واقعات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

۶۵۶ھ میں تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد کی تباہی کا واقعہ اسلامی تاریخ کا ایک سانحہ عظیم ہے اور کیوں نہ ہو اس لئے کہ صدیوں کی قائم خلافت عباسیہ دنوں میں ختم ہوگئی اور بغداد اور اس کے مضافات میں صرف ایک ہفتہ کے اندر ایک کروڑ چھ لاکھ مسلمان تاتاریوں کے ہاتھوں قتل ہوئے اور برسوں کی کوششوں کے بعد علمائے اسلام نے جو علمی سرمایہ کتابوں میں محفوظ کیا تھا وہ سب کا سب دریا برد کر دیا گیا۔ لیکن جہاں یہ ایک سانحہ عظیم ہے وہیں امت مسلمہ کے لئے ایک تازیانہ عبرت بھی ہے اور وہ ہے مسلمانوں کا جنگی طاقت کی طرف سے توجہ کم کر لینا اور پوری توجہ حصول علم کی طرف کر لینا چنانچہ جب ہلاکو خان کی قیادت میں تاتاری قوم نے بغداد پر حملہ کیا تو اس وقت بغداد کے مسلمان پوری دنیا کے علمی امام شمار ہوتے تھے اور بغداد میں سیکڑوں کتب خانے تھے۔ اور ہر کتب خانے میں لاکھوں کتابیں موجود تھیں، دینی و عصری علوم کا کوئی گوشہ ایسا نہیں تھا جو ان کی نوک قلم پر نہ آیا ہو، لیکن دوسری طرف جنگی طاقت سے بے توجہی کا یہ عالم تھا کہ جب چھوٹی سی تاتاری قوم نے بغداد پر حملہ کیا

تو مسلمانوں کی طرف سے اسے کسی بڑی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا، اور جب تاتاری بغداد میں داخل ہوئے تو مسلمان اپنے ہاتھوں میں قرآن لیکر تاتاریوں سے معافی کی بھیک مانگنے لگے لیکن انھوں نے کسی کو نہیں بخشا۔ گویا اس واقعے کے ذریعہ تاریخ نے مسلمانوں کو یہ پیغام دیا کہ ایسے موقع پر مسلمانوں کے ہاتھ میں قرآن کے ساتھ ہتھیار بھی رہنا چاہیے، اور جو بھی ایسے موقع پر ہتھیار چھوڑ کر اپنے ہاتھوں میں صرف قرآن تھامے گا اس کا انجام وہی ہوگا جو اہل بغداد کا ہوا، لیکن ایسے موقع پر مسلمانوں کے ہاتھ میں ہتھیار اسی وقت اٹھ سکتے ہیں جبکہ پہلے ہی ہاتھوں نے ہتھیار اٹھانے کی مشق کی ہو۔

بغداد کی تباہی کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ دریائے دجلہ جو کبھی مسلمانوں کے کارنامے اپنے ساتھ لے کر بہتا تھا مسلمانوں کے خون کو لے کر بہنے لگا اور اس میں مسلمانوں کا خون اتنا زیادہ گرا کہ اس کا پانی سرخ ہوگیا ابھی پانی کی سرخی ختم نہیں ہوئی تھی کہ اس میں علمائے اسلام کے ہاتھوں سے لکھی ہوئی کتابیں اتنی زیادہ مقدار میں ڈالی گئیں کہ اس طرح سے کتابوں کا پل بن گیا اور کتابوں کی روشنائی پھیلنے سے دریا کا پانی سیاہ ہوگیا اور کئی روز تک دریائے دجلہ بالکل سیاہ بہتا رہا، گویا دریائے دجلہ نے آئندہ آنے والے مسلمانوں کے سامنے یہ پیغام چھوڑا کہ جنگی طاقت کے بغیر ان کا خون وعلمی سرمایہ پانی میں ملنے والا ہے۔ غرض یہ کہ بغداد کی تباہی کے عوامل میں سے ایک بنیادی عامل مسلمانوں کا جنگی طاقت سے بے توجہی برتنا تھا۔

حکومت الٰہیہ کے قیام وبقا میں مال وذخیرہ اندوزی کتنی بے وقعت چیز ہوتی ہے اسی چیز کو بغداد کے واقعہ سے اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے۔ بغداد پر قبضہ کرنے کے بعد تاتاریوں کے سردار ہلاکو خان نے جب اپنی قید میں گرفتار خلیفہ مستعصم باللہ سے حکومت کے خزانوں کی بابت پوچھا تو خلیفہ نے زیر زمین مدفون وہ تمام خزانے بتائے جن میں سونے چاندی، ہیرے جواہرات اور اشرفیوں کے انبار تھے، اور جب خلیفہ نے بھوک سے بیتاب ہوکر ہلاکو خان سے کھانا مانگا تو اس نے اشرفیوں سے بھرا ایک طشت خلیفہ کی خدمت میں پیش کیا خلیفہ نے کہا کہ میں اس کو کیسے کھاؤں، تو اس وقت ہلاکو خان نے بطور طعنہ ایک حقیقت یاد دلائی کہا کہ کاش تو ان اشرفیوں سے فوج تیار کرتا جو اس وقت تیری طرف سے لڑتی اور تیری حکومت کا دفاع کرتی۔ یہ تھا یا ایک ایسی حقیقت کا اظہار تھا کہ خلیفہ مستعصم باللہ کو اس

کا شدت سے احساس ہوا ہوگا لیکن اس احساس نے اس وقت سوائے پچھتاوے کے اور کوئی فائدہ نہیں دیا۔

دوسرا واقعہ ہندوستان سے ایک ہزار سالہ مسلم دور حکومت کا خاتمہ ہے۔ جب یہ مسلم حکمراں ہندوستان آئے تو علمی اور جنگی دونوں طاقتوں سے لیس تھے لیکن جیسے جیسے ان کا اقتدار مضبوط ہوتا گیا ویسے ویسے علم کی طرف سے ان کی توجہ کم ہوتی گئی، اور صرف جنگی طاقت ہی کو انھوں نے توجہ کا مرکز بنایا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ بعض حکمرانوں نے صرف اقتدار ہی کو مقصد سمجھ لیا جبکہ اسلام میں اقتدار ذریعہ ہے اور اصل مقصد نفاذ دین ہے۔ اس سوچ کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلم دور حکومت میں انسانوں کے سروں کی حفاظت کے لیے حکومت کی طرف سے ہزاروں قلعے تعمیر ہوئے لیکن انسانوں کے دماغوں کی اصلاح وحفاظت کے لیے حکومت کی طرف سے چند درس گاہیں بھی تعمیر نہیں ہوئیں جن میں دینی وعصری علوم کی مکمل تعلیم ہوتی ہو۔ علم سے بے توجہی کا یہ عالم تھا کہ حکومت کے بڑے بڑے وزراء اور فوجی سربراہان دین کی بنیادی عقائد سے ناواقف تھے، اور عصر حاضر کے ادنیٰ تقاضوں سے بھی نابلد تھے۔ ☆

(بقیہ تکمیل و اظہار)

کمپیوٹر

الحمد للہ شعبۂ اہل طلبہ میں پچھلے دو سالوں سے کمپیوٹر سنٹر قائم ہے۔ آخری درجات کے طلبہ استفادہ کرتے ہیں۔ اسے مزید ترقی دینے کا پروگرام زیر عمل ہے۔ نئے تعلیمی سال سے کلیۃ البنات میں کمپیوٹر سنٹر قائم کیا جارہا ہے۔ ایک صاحب خیر نے ایک سیٹ عطیہ دے کر اس میں تعاون کا آغاز فرمایا ہے۔ دیگر اصحاب خیر سے درخواست ہے ایک یا زائد سیٹ دے کر اس اہم منصوبے کی تکمیل میں اپنا تعاون پیش فرمائیں۔ آپ کمپیوٹر فراہم کردیں یا رقم عنایت فرمائیں۔ اگر پورے سیٹ کی قیمت نہ دے سکیں تو جزوی تعاون بھی قابل قدر ہوگا۔ ☆

بحث و نظر

حقوق انسانی کے حدود

اسلام کا نقطۂ نظر

محمد رضی الاسلام ندوی

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ

اسلام نے انسانی حقوق کی تعیین میں اعتدال و توازن کو ملحوظ رکھا ہے۔ وہ ہر شخص کے لئے نہ تو بے لگام آزادی کا روادار ہے اور نہ اس نے افراط و تفریط پر مبنی حقوق کا تصور پیش کیا ہے۔ اس چیز کو ملحوظ نہ رکھنے کی بنا پر اعتراضات کیے جاتے ہیں اور اسلام کی بعض تعلیمات پر بنیادی انسانی حقوق سے متغایر و متصادم قرار دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہاں اس سلسلہ کے چند اعتراضات کا مختصر جائزہ لیا جا رہا ہے۔

۱۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق

کہا جاتا ہے کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق محفوظ نہیں ہیں۔ اس میں ان کے ساتھ امتیاز برتا جاتا ہے۔ انھیں حکومتی مناصب سے دور رکھا جاتا ہے اور ان کی صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔ کوئی انھیں قتل کر دے تو قاتل سے قصاص نہیں لیا جاتا۔ ان کی دیت بھی مسلمانوں کے برابر نہیں ہے۔

اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہے۔ قرآن اور سنت اس کا دستور اساسی ہے۔ جن لوگوں کا قرآن و سنت پر ایمان نہ ہو اور جو اس دین کو نہ مانتے ہوں جو قرآن و سنت میں پیش کیا گیا ہے وہ اس کی بنیاد پر قائم ہونے والی ریاست کا نظم و نسق صحیح طریقہ پر کیسے چلا سکتے ہیں؟ اس لئے انھیں اسلامی ریاست کے کلیدی مناصب کا اہل نہیں سمجھا گیا ہے۔ البتہ دیگر مناصب انھیں دیے جا سکتے ہیں اور ان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

فقہ اسلامی میں اگرچہ بعض فقہا کی تصریحات ایسی ملتی ہیں کہ کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کو قتل کر دے تو اس سے کوئی قصاص نہیں لیا جائے گا، لیکن بعض دیگر فقہا کی رائے ہے کہ قصاص لیا جائے گا۔ ایسی ہی بحث دیت کے سلسلہ میں بھی ہے۔ بعض فقہا دونوں کی دیت میں فرق کرتے ہیں، جبکہ

دیگر فقہا نے ان دونوں کو برابر قرار دیا ہے۔[۱]

اسلامی ریاست میں غیر مسلم تمام تمدنی حقوق سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ وہ اپنے پرسنل لا پر عمل کر سکتے ہیں، اپنے نزاعات کے فیصلے خود کر سکتے ہیں، اپنی عبادت گاہیں تعمیر کر سکتے ہیں۔ ان کے مال و جائداد پر کوئی دست درازی نہیں کر سکتا۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”الا من ظلم معاهداً أو انتقصه او كلفه فوق طاقة و اخذ شيئاً بغير طيب نفس فانا حجيجه يوم القيامة“ [illegible]

خوب اچھی طرح سن لو جس شخص نے کسی معاہد پر ظلم کیا، یا اس کی عیب جوئی کی، یا اس کی طاقت سے بڑھ کر اس سے کام لیا اور اس کی کوئی چیز اس کی مرضی کے بغیر لے لی تو میں قیامت کے دن اس کے خلاف رہوں گا۔

اسلام کی نظر میں مذہب کا اختلاف ویسا ہی ہے جیسے آج کے زمانے میں قومیتوں کا اختلاف۔ کوئی بھی ملک دوسرے ملک کے باشندوں کو جو عارضی طور پر وہاں رہتے ہوں، ملک کے حقیقی باشندوں کے مساوی حقوق نہیں دیتا، ملکی انتخابات میں حصہ لینے، بعض مخصوص ملازمتیں حاصل کرنے اور آزاد نقل و حرکت کرنے کی آزادی انھیں اس طرح حاصل نہیں ہوتی جیسی حقیقی باشندوں کو ہوتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح اسلام بھی بعض معاملات میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان فرق کرتا ہے۔

۲۔ عورت کے معاشرتی و عائلی حقوق

اسلام میں عورت کے مقام و مرتبہ کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام نے عورت کو مرد سے کمتر حیثیت دی ہے اور اسے بہت سے حقوق سے محروم کیا ہے۔ عائلی زندگی میں اسے مرد کا محکوم بنا کر رکھ دیا ہے۔ اسے سیاسی حقوق بھی حاصل نہیں ہیں۔

اسلام ایک مخصوص نظام معاشرت رکھتا ہے اس کے مطابق عورت اور مرد کے معاشرتی و عائلی حقوق اور فرائض متعین کیے گئے ہیں۔ اس نظام سے ناواقفیت کی بنا پر یہ اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ اسلام میں عقائد، عبادات، اخلاق، احکام الٰہی کے مکلف ہونے اور ان پر اجر پانے کے معاملے میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ عورت کو مرد کے مثل تمام تمدنی حقوق حاصل ہیں۔ وہ ملکیت کا حق رکھتی ہے، وہ خرید و فروخت کر سکتی ہے، وہ دیگر معاملات و تصرفات کر سکتی ہے۔ اس کا نکاح اس کی

مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ عہد نبوی میں ایسے متعدد واقعات پیش آئے کہ لڑکی نے شکایت کی کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کر دیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس نکاح کو فسخ کر دیا۔

فطرت نے مرد اور عورت کے الگ الگ کام مقرر کیے ہیں اور دونوں کو الگ الگ ذمہ داریاں دی ہیں۔ اسلام میں مرد و عورت کے حقوق میں بظاہر جو فرق نظر آتا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ اسلام نے ان کے حقوق کی تعیین میں ان کاموں اور ذمہ داریوں کی رعایت کی ہے۔

نسل انسانی کی افزائش اور پرورش کا عظیم الشان کام عورت سے متعلق ہے۔ اسے بہتر طریقے سے انجام دینے کے لیے اس کا مزاج جذباتی اور انفعالی بنایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ اسے حیض، نفاس، حمل اور رضاعت وغیرہ کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ امور اسے نفسیاتی طور پر متاثر کرتے ہیں۔ ان وجوہ سے اسلام نے اسے کچھ رعایتیں دی ہیں۔ نظام خاندان کو چلانے کے لیے دوڑ دھوپ کرنے اور روزی کمانے کا بار مرد پر ڈالا گیا ہے اور عورت کو اس سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے، سیاسی اور عسکری خدمات بھی اس سے متعلق نہیں کی گئی ہیں۔ یہ عورت کی حق تلفی نہیں بلکہ اسے دی گئی رعایت اور سہولت ہے۔[1]

۳۔ ارتداد کی سزا

اگر کوئی شخص اسلام قبول کرنے کے بعد اسے ترک کر دے اور اس کے بجائے کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لے یا بے دین ہو جائے تو اسلام اسے موجب قتل گردانتا ہے۔ اس چیز کو عقیدہ و مذہب کی آزادی کے خلاف قرار دیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ انسان کا یہ بنیادی حق ہے کہ اسے جو مذہب بھی اچھا معلوم ہو اسے قبول کرے، اور اگر کسی مرحلے پر اسے معلوم ہو کہ اس نے انتخاب میں غلطی کی تھی تو اس سے رجوع کر کے کوئی دوسرا مذہب جو اسے پسند آئے اختیار کرے۔

اسلام نے انسانوں کو عقیدہ و انتخاب کی پوری آزادی دی ہے۔ وہ اپنے عقائد و نظریات لوگوں پر بجبر نہیں تھوپتا، بلکہ انھیں سوچنے، سمجھنے اور غور و فکر کرنے کی پوری آزادی دیتا ہے۔ وہ ان

۱؎ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق، ان کے سلسلے میں فقہا کے اختلافات اور ان کے تجزیہ پر تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے "غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق" مولانا سید جلال الدین عمری، ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ، طبع اول ۱۹۹۹ء، بحث "ذمیوں کے حقوق" ص ۱۴۷-۲۵۲

۲؎ سنن ابو داؤد، کتاب الخراج والفیء والامارة، باب فی تعشیر اہل الذمة

لوگوں سے جنگ کرتا ہے جو دوسرے انسانوں پر اپنی رائے اور مرضی تھوپتے ہیں اور ان کی آزادی کی راہ میں مزاحم بنتے ہیں۔ وہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی پوری آزادی دیتا ہے اور ان کے تمام بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ لیکن وہ یہ ہرگز برداشت نہیں کرتا کہ کوئی اس کی دی ہوئی اس آزادی سے فائدہ اٹھائے اور خود اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش کرے۔ اسلام کے خلاف پہلے بھی یہ سازش رچی جا چکی ہے۔ عہد نبوی میں جب اسلام روز افزوں ترقی پر تھا اور رفتہ رفتہ لوگ اس کے سایۂ عاطفت میں پناہ لے رہے تھے تو بعض یہودیوں نے یہ خفیہ منصوبہ بنایا کہ پہلے اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیں، پھر کچھ عرصہ کے بعد اسے ترک کر دیں، اس طرح لوگوں کو یہ احساس ہوگا کہ ضرور اسلام میں کچھ خامی ہے جس کی وجہ سے ان لوگوں نے اسے قبول کرنے کے بعد ترک کر دیا ہے۔ اس طرح قبول اسلام کی اس رفتار پر روک لگائی جا سکتی ہے۔

﴿وقالت طائفة من اهل الكتاب آمنوا بالذى انزل على الذين آمنوا وجه النهار واكفروا آخره لعلهم يرجعون﴾ (آل عمران: ۷۲)

اہل کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ اس نبی کے ماننے والوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس پر صبح ایمان لاؤ اور شام کو اس سے انکار کر دو۔ شاید اس ترکیب سے یہ لوگ اپنے ایمان سے پھر جائیں۔

اسلام ارتداد کو بغاوت کے مترادف سمجھتا ہے اور باغی کے لیے ویسی ہی سزا تجویز کرتا ہے جیسی سزا کا وہ مستحق ہے۔ وہ مرتد کو اسلامی ریاست کے حدود میں رہنے کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ اس کا وجود مستقل فتنہ کا باعث بنا رہے گا۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ کسی شخص کی جانب سے ارتداد کا اظہار ہوتے ہی اسلامی ریاست فوراً اسے قتل کر دے گی بلکہ اسے قید کر دیا جائے گا، اس کے شبہات دور کرنے کی کوشش کی جائے گی، اسے غور و فکر کا موقع دیا جائے گا۔ لیکن اگر تمام کوششیں ناکام ہو جائیں اور وہ اپنے ارتداد پر اٹل رہے تو صفحۂ ہستی کو اس کے وجود سے پاک کر دیا جائے گا۔ کوئی بھی ریاست اپنی رعایا میں کسی کو بھی اتنی آزادی نہیں دے سکتی کہ خود اس کا وجود معرض خطر میں پڑ جائے اور اس کی بنیادیں متزلزل ہو جائیں۔[1]

۱؎ اسلام میں عورت کے حقوق کے سلسلے میں جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کے علمی جائزہ اور مدلل جوابات کے لیے ملاحظہ کیجیے "مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ" مولانا سید جلال الدین عمری، ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ، طبع اول ۲۰۰۰ء

۲۔ اسلامی حدود و قصاص

اسلام نے مختلف جرائم کی مختلف سزائیں تجویز کی ہیں۔ کوئی شخص کسی کو قتل کر دے تو وہ بھی مستحق قتل ہے، زنا کرے تو اسے غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں سو کوڑے لگائے جائیں گے اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے گا، چوری کرے تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اسی طرح کی کچھ اور سزائیں ہیں۔ نام نہاد حقوق انسانی کے علمبردار ان سزاؤں کو وحشیانہ، غیر متمدن اور غیر انسانی قرار دیتے ہیں۔

جو لوگ ان سزاؤں کی مخالفت کرتے اور بنیادی انسانی حقوق کی دہائی دیتے ہیں ان کی نظر صرف ایک پہلو پر رہتی ہے اور وہ ہے ان مجرمین کی انسانی جان کا احترام، وہ مشورہ دیتے ہیں کہ کسی کو قتل کرنے یا اس کا ہاتھ کاٹنے کے بجائے قید کر دیا جائے یا مالی تاوان عائد کر دیا جائے۔ یہ حضرات مسئلہ کا دوسرا پہلو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں اور وہ یہ کہ ان مجرمین کے ہاتھوں دوسرے انسانوں کے بنیادی حقوق کی پامالی ہوتی ہے۔

اسلام نے اس معاملہ میں عدل و انصاف کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے۔ حدود و تعزیرات کے نفاذ میں دو امور اس کے پیش نظر رہے ہیں۔

۱۔ جتنا سنگین جرم ہو اسی کے اعتبار سے سزا دی جائے "جزاء سيئة سيئة مثلها" (الشوری ۴۰) (برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے۔) اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرتا ہے اور اسے زندگی کے حق سے محروم کرتا ہے تو وہ بھی جینے کا حق کھو دیتا ہے، اگر کوئی کسی کو زخم پہنچاتا ہے یا کسی عضو کو تلف کرتا ہے تو خود کو اس کا مستحق بنا لیتا ہے کہ اس کا بھی وہ عضو تلف کر دیا جائے۔

يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم القصاص في القتلى الحر بالحر والعبد بالعبد والانثى بالانثى (البقرة ۱۷۸)

وكتبنا عليهم فيها أن النفس بالنفس والعين بالعين والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص (المائدہ ۴۵)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے لیے قتل کے مقدموں میں قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے، آزاد آدمی نے قتل کیا ہو تو اس آزاد ہی سے بدلہ لیا جائے گا، غلام قاتل ہو تو غلام ہی قتل کیا جائے، اور

۱؎ اس موضوع پر تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجیے مرتد کی سزا اسلامی قانون میں، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ۔

عورت اس جرم کی مرتکب ہو تو اس عورت ہی سے قصاص لیا جائے۔ تورات میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ۔

۲۔ وہ سزا ایسی ہو جس سے دوسرے لوگوں کو عبرت ہو۔ اور وہ ہزار بار سوچیں کہ اگر انھوں نے اس جرم کا ارتکاب کیا تو انھیں بھی ایسے ہی انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔

قرآن نے چوری کی سزا بیان کرتے ہوئے ان دونوں پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

﴿السارق والسارقة فاقطعوا ايديهما جزاء بما كسبا نكالا من الله﴾ (المائدہ ۳۸)

اور چور خواہ وہ عورت ہو یا مرد دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا۔

اسلامی سزاؤں کے نفاذ سے بظاہر ایک شخص کی حق تلفی اور ایک جان کا ضیاع ہوتا ہے لیکن حقیقت میں یہ بے شمار انسانوں کے حقوق کی حفاظت اور بے شمار زندگیوں کے تحفظ کا ضامن ہے۔

﴿ولكم في القصاص حياة يا اولي الالباب﴾ عقل و خرد رکھنے والو تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام نے حقوق انسانی کے جو حدود متعین کیے ہیں وہ قرین عقل اور مبنی بر انصاف ہیں۔ انھیں بنیادی حقوق سے متعارض نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ☆☆

منافق
کی پہچان یہ ہے کہ
جب گفتگو کرے جھوٹ بولے اور
جب وعدہ کرے خلاف ورزی کرے اور
جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔
(متفق عليه)

بحث ونظر

نازک حالات میں مسلمانوں کا لائحہ عمل......؟

قرآن و حدیث کی روشنی میں

مولانا شمیم قمر فلاحی

اسلامک دعوہ اکیڈمی، ڈاکٹر حسین روڈ، پٹنہ

انسانی زندگی کے مراحل میں دو طرح کے مراحل آتے ہیں ۔ایک خوشی کے اور دوسرے غم کے۔ ان مراحل میں یا تو انسان خوش ہو کر خدا تعالیٰ کو فراموش کر بیٹھتا ہے یا غم کی حالت میں مایوس ہو کر رہ جاتا ہے۔ لیکن قرآن کریم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انسانوں کی یہ دونوں ہی حالتیں اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں ۔ بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ انسان جہاں خوشی میں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار بندہ رہے وہیں غم اور مایوسی کی حالت میں تدبر و تفکر سے کام لے ورنہ ایسے حالات میں جہاں اپنے آپ کو مزید ہلاکت کا شکار کرے گا وہیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے بھی بدظن ہو جائے گا۔

۱۱ر ستمبر کو ہوئے امریکہ پر حملہ انسانوں کو اور خصوصاً مسلمانوں کو یہی ذہن فراہم کرتا ہے کہ وہ اس موقع پر فراست مومن کا ثبوت پیش کریں اور بجائے فاسقوں کی خبروں پر توکل کرنے کے وہ قرآن کریم کی آیتوں سے اس واقعہ کی تحقیق کی کوشش کریں اور اپنے لئے اسی کتاب الٰہی سے رہنمائی حاصل کریں اس لئے کہ قرآن تا صبح قیامت انسانیت کی رہنمائی کے لئے محفوظ کیا گیا۔ اسی لئے اس میں سابقہ قوموں کی ہلاکت، بغاوت، چالبازیاں، اور تفصیلات کو مختلف انداز سے پیش کیا گیا ہے ورنہ ایک ہی بات کو بار بار کہنا موجودہ اہل علم کے یہاں ادب کے خلاف ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ "اور یقیناً ہم نے اس کتاب میں ہر طرح کی مثالیں بیان (امثال) کر دی ہیں تاکہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔ (زمر ۲۷) اس سے پتہ چلا کہ قرآن کریم میں ہر قوموں کے لئے اور ہر موقع کے لئے رہنمائیاں موجود ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم اپنی کوتاہ نظری و کوتاہ فہمی کی وجہ سے اس کو نہ نکال سکیں۔

قرآن کریم کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے والوں کا اس بات پر یقین ہے کہ کوئی بھی فساد جو دنیا میں برپا ہوتا ہے وہ انسانوں کے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدي الناس .... نیز ارشاد ہے " وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم و يعفو عن كثير .... جو مصیبت بھی تم کو لاحق ہے وہ تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے پہنچی ہے اور اللہ تعالیٰ بہت ساری چیزوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ (شوریٰ ۳۰)

موجودہ حادثہ میں کن کا ہاتھ ہو سکتا ہے اس پر بہت سارے لوگوں نے اپنے اپنے انداز سے قیاس کرنے کی کوشش کی ہے۔ کسی نے اس میں اسامہ بن لادن کا ہاتھ بتایا اور کسی نے اسرائیل کا لیکن پہلے قیاس پر کوئی ٹھوس ثبوت دنیا نے اور بذات خود امریکہ نے فراہم نہیں کیا جبکہ دوسرے اندیشہ کی پشت پر بے شمار دلائل پیش کیے جا سکتے ہیں ان میں سے بعض کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

۱۔ امریکہ پوری دنیا میں سب سے محفوظ ملک ہے وہاں ہر گلی کوچے کا علم پل پل بھر کی خبر اس کے ایف بی آئی اور سی آئی اے کے پاس موجود رہتی ہے اور یہ واحد ملک ہے جو انٹیلیجنس پر تقریباً ۵۰ ارب رقم صرف کرتا ہے، مگر حادثہ کی پیشگی اطلاع کسی کے پاس موجود نہیں تھی ....؟ جہاز اغوا کے وقت ایک خاتون نے اس کی اطلاع اپنے رشتہ دار کو دی، ظاہر ہے انھوں نے اس کی اطلاع پولیس کو دی ہوگی ...... پھر اس پر پیشگی کارروائی نہیں کی گئی جبکہ ایئرپورٹ اور مقام حادثہ (ورلڈ ٹریڈ سنٹر) کے درمیان کافی فاصلہ ہے .... پہلے جہاز اور دوسرے جہاز کے حادثہ میں ۱۸ منٹ کا وقفہ بتایا جاتا ہے .... اتنا لمبا وقت ایک حساس ترین ملک کی اقدامی کارروائی کے لئے کافی ہونا چاہیے۔ پھر بھی اس پر کوئی کارروائی نہ ہو سکی اور نہ ہی اس کی اطلاع کسی کو مل سکی۔

۲۔ امریکہ کے دفاعی وزیر موقع واردات کے وقت واشنگٹن میں تھے اس وقت ان کی کوئی اطلاع نہیں کہ وہ کہاں ہیں؟ آخر وہ کہاں گئے؟ ....

۳۔ ۱۸ لوگوں نے مل کر سازش رچی۔ بقول 'پی آر' آئی بڑی پلاننگ کا نام و نشان کہیں نہیں پایا گیا۔ جبکہ اکثر پائلٹوں نے امریکہ ہی میں ٹریننگ حاصل کی تھی۔

اس بات کو مزید روزنامہ 'ہندوستان' پٹنہ ۲۲ ستمبر صفحہ ۱۰ کے حوالے سے بھی سمجھا جا سکتا ہے جس میں اس کا تذکرہ ہے کہ چار ہزار اسرائیلی جو (W.T.C) میں کام کرتے تھے اس دن کام پر نہیں آئے۔ چند لوگوں نے یہ طے کر کے کہ امریکہ ایرلائن کے اشتراک (Share) میں گراوٹ آسکتی

ہے معمول کے خلاف Share خریدے...... موقعہ واردات کا دورہ کرنے کو اسرائیلی حکام کو آگاہ کیا گیا...... اسی وقت دو اسرائیلی ویڈیو گرافی کرتے دیکھے گئے...... ان تمام واقعات سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس واقعہ میں صرف اور صرف اسرائیل کا ہاتھ ہو سکتا ہے اور اگر یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ اس میں اسرائیل کے علاوہ کسی اور کا ہاتھ ہے تو وہیں اب یہ بھی قیاس ہونا چاہیئے کہ لوگوں کو رہنمائی انھیں لوگوں نے فراہم کی ہوگی۔ اس پوری خبر کو امریکہ نے مکمل طور پر دبا دیا ہے اس لئے کہ اس میں اسرائیل سے او پنچنے کی سکت نہیں ہے۔

حقیقت

حقیقت یہ ہے کہ پورا امریکہ جسے آج سپر پاور کہا جاتا ہے وہ در اصل اسرائیل کا دوسرا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حالیہ نسل پرستی کے عنوان سے افریقہ کے اندر (ڈربن) میں ہوئی کانفرنس میں جہاں پوری دنیا نے شرکت کی وہیں امریکہ نے اس میں اپنے تھرڈ گریڈ کے نمائندے بھیجے اور پوری دنیا کی رایوں کے خلاف انھوں نے اسرائیل کو ایک نسل پرست قوم ماننے سے صاف انکار کر دیا۔

۱۹۶۵ء کی عرب اسرائیل جنگ میں اسرائیل نے ایک خاص قسم کے ٹینک کا مطالبہ کیا مع اس کے کوڈ نمبر کے جس کے بارے میں صرف خاص لوگوں کو ہی علم تھا...... اس واقعہ پر امریکہ کا حیرت زدہ رہ جانا کہ یہ نمبر اسرائیل کو کس طرح معلوم ہوا اس بات کی طرف ثبوت فراہم کرتا ہے کہ امریکہ کی جڑ میں اسرائیل ہے۔

کلنٹن حکومت میں میڈلین البرائٹ کے ساتھ ٹوپ کے تقریباً ۱۵ وزراء یہودی تھے۔ یہ ثابت شدہ بات تو یقیناً اس میں اضافہ ہی ہوا ہوگا۔

لہٰذا ان شواہد کی موجودگی میں یہ بات کہی جا سکتی ہے اس سازش کے پیچھے یہودی لابی کا ہی ہاتھ ہو، جس کے پیچھے یہ مقصد کارفرما ہو سکتا ہے کہ وہ جنگ جو اسرائیل فلسطین کے ساتھ ساتھ پورے مسلم ممالک سے لڑنا چاہتا ہے اور اب تک ناکام رہا ہے اس جنگ کا اصل حریف وہ امریکہ کو بنا دے گا اور خود پیچھے تماشائی رہے گا شاید اسی لئے یو این او کی منظوری حاصل کرنے کی بھی کوشش کی گئی ورنہ امریکہ جس کو وہ آج دہشت گرد کہہ رہا ہے اس سے نمٹنے کے لئے کسی بھی ملک کی امداد طلب کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

واقعہ کی تحقیق

اب ہم اس واقعہ کو قرآن کی روشنی میں جانچتے ہیں تو واضح طور پر اس طرح کی مثال ہمیں ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ احزاب میں فرماتا ہے "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اس نعمت کو یاد کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر نازل کی، جب تمہارے اوپر ایک فوج آ گئی تو ہم نے ان پر ایک طوفانی ہوا بھیجی اور ایک فوج بھی جسے تم نے نہیں دیکھا (فرشتے) اور اللہ تعالیٰ ان اعمال کا بطور مشاہدہ کر رہا تھا جو تم کر رہے تھے۔ جب وہ تمہارے اوپر سے اور نیچے سے آن پڑے، جب جان حلقوم تک پہنچ گئی اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے (کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے کیا امید کی اور کیا مل رہا ہے) اس وقت مومن آزمائے گئے اور وہ اس وقت بری طرح جھنجھوڑ دیے گئے۔ (الاحزاب ۹...۱۲)

یہ وہ موقع تھا جب اسرائیلیوں کے اشارے پر پورا عرب مسلمانوں کے خلاف اٹھ آیا تھا اور عالم دین میں نیست و نابود کر دینا چاہتا تھا۔ دشمنوں کی تعداد دس ہزار (۱۰۰۰۰) اور مسلمان صرف تین ہزار (۳۰۰۰) ہی تھے۔ لہٰذا اب اس واقعہ پر غور اس طرح کرنا چاہیے۔

(۱) آج دنیا کے نقشہ کو مدنظر رکھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ افغانستان کو بھی دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔

(۲) ایک واحد مملکت کے قیام کو گوارہ نہ کرتے ہوئے اس کا نام و نشان مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

(۳) اس میں اہل افغان کے علاوہ تمام مومنوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے کہ اس وقت وہ کس کے ساتھی بنتے کو تیار ہیں۔

مایوسی اور مومن

عرض کیا جا چکا ہے کہ لوگ غم کے حالات میں مایوس ہو جایا کرتے ہیں جبکہ یہ مومنوں کا شیوہ نہیں ہے۔ مومنوں کے مدنظر یہ بات رہتی ہے کہ ان کے لئے مایوسی کفر ہے۔ یہ گمراہ لوگوں کا عمل ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے "اللہ کی رحمت سے گمراہ لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔" (حجر ۵۶)

یہ آیت کریمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بابت نازل ہوئی جب ان سے فرشتوں نے کہا کہ آپ کو اولاد کی بشارت دیتا ہوں تو انھوں نے کہا کہ ایسا اس عمر میں کیسے ممکن ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ

اللہ تعالیٰ ظاہری وسائل کا کبھی بھی محتاج نہیں ہے۔ وہ بغیر باپ کے بھی بیٹے کو پیدا کر دینے پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو مایوسی سے نکلنے کے لئے بہت ساری مثالیں بھی قرآن مجید میں پیش کی ہیں ان مثالوں کو پڑھ کر ان کے اندر حوصلہ پروان چڑھے۔ ارشاد ہے "کیا وہ زمین میں نہیں چلے (سفر نہیں کیا) کہ دیکھتے ان لوگوں کے انجام کو جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں جو لوگ کہ ان سے قوت اور اقتدار کے لحاظ سے بہت زیادہ تھے۔ تو اللہ تعالیٰ کو زمین و آسمان میں کوئی چیز بھی تھکا نہیں سکتی۔ اور اللہ تعالیٰ علیم و قدیر ہے۔ (فاطر ۴۴) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی قوم کو فتح سے ہمکنار کرنا چاہے تو مخالف قوم کی قوت واقتدار کبھی بھی اس راہ میں مانع نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت سے متعلق آیات مزید اس کو واضح کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی ہر چیز پر حکمرانی ہے جیسے ہوا، پانی، زمین وغیرہ۔ اس لئے وہ ان چیزوں کو جب چاہے اپنے مقصد میں استعمال کر سکتا ہے۔ ارشاد ہے کہ

۱۔ جب لوگوں نے حضرت یونسؑ کو پانی میں ڈال دیا تو مچھلی نے اللہ کے حکم سے انھیں نگل لیا پھر جب اگلنے کو کہا تو اس نے اگل دیا۔ (صافات ۱۴۲)

۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب شیاطین اللہ تعالیٰ کی باتوں کو اچکنے کے لئے آسمان پر جانا چاہتے ہیں تو شہاب ثاقب سے انھیں مار پڑتی ہے۔ (حجر ۱۸)

۳۔ اللہ تعالیٰ حضرت نوحؑ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جب ان کی قوم نے حد سے تجاوز کیا تو ہم نے بارش برسایا اور زمین بھی میرے حکم سے تنور کے مانند پانی ابلنا شروع کر دیا (ہود ۱۱)

۴۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمرانی کو مزید ایک جملہ میں اس طرح بیان کرتا ہے کہ آسمان اور زمین کی ساری چیزوں پر اس کی حکمرانی ہے۔ (انفال ۱۱۶)

۵۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ ہم نے جب پانی سے کہا کہ راستہ دے دو تو اس نے دو پہاڑ کے مانند بیچ کو بنا کر راستہ دے دیا جبکہ فرعون کی آمد پر اسے ہلاک کر دیا۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے علم کا یہ عالم ہے کہ وہ ماں کے پیٹ کے اندر کے بچے اور شگوفے کے اندر کی کلیوں سے بھی واقف ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ فیل کو اس لئے محفوظ فرمایا کہ لوگ جان لیں کہ بڑے بڑے لشکر معمولی پرندوں سے بھی ہلاک کئے جا سکتے ہیں۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ مردے سے زندہ اور زندہ سے مردہ بنا دیتا ہے۔

اس لئے مومنوں کو چاہئے کہ وہ ان آیات کا مطالعہ بنظر غائر کریں اور جان لیں کہ دشمنوں کی فوج جہاں جہاں ہے چاہے وہ زمین میں ہو یا آسمان کی بلندیوں میں یا پانی کی گہرائیوں میں ہر جگہ اللہ کی فوج موجود ہے جس سے لڑنے کی سکت کسی کے بھی اندر نہیں ہے۔ خواہ وہ موجودہ دور میں خود کو سپر پاور کہنے والا امریکہ ہی کیوں نہ ہو .... اور یہ بات بالکل ذہن نشین کر لیں کہ حق و باطل کی جنگ میں ہمیشہ کامیابی حق کو ملتی ہے۔ مسلمانوں کے لئے صرف اتنی ہی بات کافی ہے کہ اسلامی تاریخ میں کوئی دن بھی ایسا نہیں ہوتا ہر ایک سے خیر ہی نکل کر سامنے آتا ہے۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی یوم سیاہ اور یوم غم نہیں منایا۔ شکر ہے کہ ہم اسی رسول کے امتی ہیں پھر ہم کیوں کر مایوس ہو سکتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ حق و باطل کی جنگ میں ایسا تو لاتعداد بار ہوا کہ باطل کو مکمل طور پر کچل دیا گیا جیسے عاد و ثمود وغیرہ لیکن مسلمان کبھی بھی ایک ساتھ کچلا نہیں گیا لہذا اگر جنگ کی صورت میں معصوم لوگ مارے جائیں گے تو یقیناً چند لوگ باقی رہیں گے جو پھر اسی راہ پہ چل کر اس کا انتقام لیں گے یا اللہ تعالیٰ دوبارہ انھیں غالب فرمائے گا۔

مسلمانوں کا لائحہ عمل

جب حالات نازک ہوں تو مسلمانوں کا لائحہ عمل کیا ہو؟ یہ بھی کوئی مشکل امر نہیں ہے بلکہ واضح الفاظ میں قرآن و حدیث میں اس طرح کے موقعوں کے لئے رہنمائیاں موجود ہیں۔

● احادیث کی کتابوں میں یہ بات درج ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہؓ جنگ بدر میں دشمنوں کا مقابلہ کر رہے تھے ٹھیک اسی وقت آپ ﷺ اللہ کے حضور کھڑے ہو کر یہ دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ اگر آج یہ مٹھی بھر مسلمان کچل دیئے گئے تو زمین پر تیرا نام لینے والا کوئی باقی نہ رہے گا۔

● مسلم شریف کے اندر یہ حدیث موجود ہے کہ اچھی طرح وضو کرنا تیزی سے مسجد کی طرف جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہ مسلمانوں کے لئے فوجی چھاونی کی طرح ہے جہاں دشمنوں پر وار کیا جاتا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ ایسے حالات میں سب سے پہلے مسلمانوں کو

اللہ سے قربت حاصل کرنا چاہیے اور اس کی نصرت کا طلبگار رہنا چاہیے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ جس کو غالب کرنا چاہتا ہے اسے کوئی مغلوب نہیں کر سکتا......(القرآن) مذکورہ باتوں کی تصدیق قرآنی آیات سے بھی ہوتی ہے۔

● اللہ پر ایمان لانے والے اللہ تعالیٰ کو کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں...ایک جگہ فرمایا کہ ان کے پہلو بستر سے الگ ہوتے ہیں اور وہ اس حالت میں اللہ کو یاد کر رہے ہوتے ہیں۔ مومنوں کی صفت کو ایک جگہ اس انداز میں بیان کیا ہے کہ ان کی پیشانی پر سجدوں کے نشانات ہوتے ہیں.... سورہ محمد کے اندر اللہ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے اور اس پر ایمان لائے جو محمد ﷺ پر اتارا گیا ہے درانحالیکہ وہ اللہ کی جانب سے حق ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے اوپر آئی مصیبت کو ٹال دے گا اور ان کے حالات سنوار دے گا... محمد ۲ تا ۳)

● سورہ احقاف کے اندر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر اس پر جم گئے (مصیبتوں کا سامنا کرنے کو تیار ہو گئے) تو ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ غم...(احقاف ۱۳)

● سورہ زمر کے اندر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ کیا وہ اپنے بندوں کے لئے (دشمنوں کے مقابلہ میں) کافی نہیں ہے...(الزمر ۳۶)

● قرآن مجید میں نازک حالات کے لئے یہ رہنمائی ہے کہ "استعینوا بالصبر والصلوۃ وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین کہ اللہ تعالیٰ کی مدد صبر اور صلوۃ سے حاصل کرو مگر یہ چیز گراں ہے (مشکل) ہے سوائے ڈرنے والوں کے لئے یہاں پر صبر کی تھوڑی سی تشریح مناسب ہے اس لئے کہ اس کی غلط تشریح آج کی جا رہی ہے۔

صبر کسی چیز پر جمنے کے لئے آتا ہے خواہ لوگ گالیاں دے رہے ہوں اس وقت یا لوگ جنگ کے میدان میں ہوں اس وقت۔ اگر جنگ کی حالت ہو تو وہاں صبر کا مطلب یہ ہوگا کہ جب تک دشمنوں کا خاتمہ نہ ہو جائے اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے چاہے جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ اگر وہ صلح کو آمادہ ہوں تو اسے قبول کر لینا ہے۔(القرآن) صبر کے تعلق سے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جس کو گالیاں دی جا رہی ہوں اس کے لئے تو یہ حکم ہے کہ وہ خاموشی کا مظاہرہ کریں اور یہ عزیمت کی راہ ہوگی لیکن جو لوگ یہ منظر دیکھ رہے ہیں ان کے لئے کبھی یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ خاموش رہیں الا

آنکہ ان کے پاس سکت ہی نہ ہو۔ گویا صبر اسی کا نام ہے کہ مسلمان جس حالت میں بھی رہے ثابت قدم رہے۔

صبر پر ابھارتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صبر سے کام لو یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور دشمن کبھی بھی تمہیں ہلکا نہ گمان کریں۔(روم ۶۰)

اہم نکات

نازک حالات میں لوگ جن چیزوں کا سہارا لیتے ہیں وہ اخبارات اور الیکٹرانک میڈیا ہے اس کے تعلق سے قرآن مجید میں واضح فرمان ہے کہ "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس سے خوب چھان بین کر لو مبادا تم اس وجہ سے پریشانی میں پڑ جاؤ۔ (الحجرات) اور ایسا کئی بار ہوا کہ ایک اخبار کسی کے تعلق سے آج کوئی خبر شائع کرتا ہے اور دوسرے دن اس کی نفی کرتا ہے۔ لہٰذا ایسے حالات میں ہر کسی کی بات کو سن کر یا پڑھ کر کوئی نتیجہ نکال لینا یہ مومنوں کا طرز عمل نہیں ہو سکتا...اور وہ لوگ جو شریعت سے ہٹ کر عوام کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بیانات دیا کرتے ہیں خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں ان سے بچنا ضروری ہے۔

● اگر مسلمانوں کی جانب سے ایسی کوئی رائے اخبار کی سرخی بن جائے تو چاہیے کہ لوگ اپنے حلقۂ اثر میں اس کو عام کریں اور سوا صلاتی نظام کے ذریعہ ایسے لوگوں کو احسن انداز میں سمجھائیں۔ اس لئے کہ آج انہیں لوگوں کی باتوں کو عوام الناس اہمیت دیتی ہے جن کے حلقۂ اثر میں وہ ہوتی ہے۔

● رہنمائیاں حاصل کرنے میں اگر دشواری ہو تو ایسے موضوعات پر سیمینار کروائیں کہ قرآن و حدیث سے ہمیں ایسے موقعوں سے کیا پیغامات ملتے ہیں۔

● ائمہ مساجد عوام الناس کی رہنمائی کرتے رہیں نہ کہ اسے ٹالنے کی کوشش کریں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ایسے حالات میں اعلان کروا کر لوگوں کو اکٹھا کرواتے اور رہنمائیاں فراہم کرتے تھے۔

● خاص اجتماعی دعاؤں کا اہتمام بھی ایسے موقعوں کے لئے اہمیت کا حامل ہے۔ اللھم انصر من نصر دین محمد ﷺ اللھم اخذل من خذل دین محمد ﷺ۔

● ہم کبھی کبھی اپنے قرب و جوار میں رہنے والوں کو اس کا احساس نہ ہونے دیں کہ ہم حالات کو خراب

کریں گے بلکہ یہ احساس دلائیں کہ اگر ایسے حالات خدانخواستہ پیدا ہو گئے تو سب سے زیادہ انصاف سے کام لینے والے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ آمادہ کردے کہ تم انصاف کے راستے سے ہٹ جاؤ۔ انصاف سے کام لو یہ تقویٰ سے قریب ہے۔

● اس پر یقین رکھیں ملک کی اکثریت کو ہمارا مخالف بنانے کی کوشش جاری ہے جبکہ ہماری اصلیت کی تو انہیں کچھ بھی خبر نہیں ہے۔ اگر ان کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ ہم امن کے خواہاں اور اور داعی ہیں، اور امن کے قیام اور موجودہ کرپشن کے خاتمہ کے لئے اپنی جان بھی دینے میں گریز نہیں کرنے والے ہیں تو یقین جانئے کہ اس قوم کو اس زمین سے اتنی محبت ہے کہ اس راہ میں وہ ہمارے پاؤں چومنے آئے گی۔ اس قوم نے ہر قوم کو قبول کیا ہے اسی لئے اس ملک کو مختلف مذاہب کا گہوارہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ لہٰذا یہ قوم آج بھی ہماری بات سنے گی یا الگ بات ہے کہ سور، حضرات کبھی بھی اس چیز کو گوارا نہیں کریں گے۔ اور ان سے ہمیں دوچار ہونا ہی پڑے گا لہٰذا اس ملک کی عام عوام کے جذبات کا لحاظ رکھنا ہمارا دینی فریضہ ہے۔ ☆

فقہ فتاویٰ

بادامرہ

سوال۔ بے گناہ افغان مسلمانوں پر موجودہ امریکی و برطانوی بمباری کی صورت میں ان دشمن طاقتوں کی مصنوعات کے مقاطعہ (بائیکاٹ) کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الوھاب ۷ اکتوبر ۲۰۰۱ء سے امریکہ اور برطانیہ افغانستان کے مسلمانوں پر میزائلوں اور بموں کے ذریعہ جو وحشیانہ اور دہشت گردانہ حملے کر رہے ہیں وہ دنیا کو روز مسلمانوں اور اسلام کے خلاف بربریت اور ظالمانہ حملہ ہے بلکہ امریکہ اور برطانیہ کے مسلسل جارحانہ عزائم کا ایک حصہ ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ اسلام کے خلاف ایک منظم صیہونی جنگ ہے جس سے لاکھوں بے گناہ مسلمان، کمزور، بچے عورتیں ہلاک و متاثر ہو رہے ہیں۔

اس لیے اس وقت تمام مسلمانوں پر شرعی اعتبار سے اور تمام انصاف پسند برادران وطن پر اخلاقی اعتبار سے لازم ہے کہ امریکہ و برطانیہ کا جس طریقہ سے بھی ہو سکے مقاطعہ (بائیکاٹ) کریں۔ ان کی مصنوعات کی خرید و فروخت سے کلی طور پر احتراز کریں کیونکہ یہ ظلم و عدوان میں تعاون ہے جو شرعاً ممنوع اور ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ تعاونوا علی البر و التقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ﴾

محمد ظفر اللہ
مفتی دار العلوم دیوبند

بحث و نظر

اسلامیات و حدیث پر مستشرقین کی خدمات کا تجزیاتی مطالعہ

ظریف شہباز ندوی

دین کا پہلا سرچشمہ قرآن کریم ہے کہ اصلاً وہی دین کی بنیاد بھی ہے، دین کا دوسرا سرچشمہ اسوۂ نبی کریم ﷺ ہے جس میں حدیث، سنت اور آپ ﷺ کی عملی زندگی، سیرت سبھی کچھ شامل ہے۔ اور جسے عام زبان میں صرف حدیث سے یا سنت سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ حدیث کی یہ آئینی و دینی حیثیت اس وجہ سے ہے کہ نبوت کے بعد ۲۳ برس کی مدت میں آپ ﷺ نے جو کچھ لیا اور کہا وہ سب قرآن ہی کی تفسیر و توضیح ہے جو آپ ﷺ کے منصب نبوت میں شامل تھی، اس لئے کہ آپ ﷺ کی پیغمبرانہ صفت "وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی" (۵۳۔ ۳) کے بموجب اس حیثیت میں آپ ﷺ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ وہ خدا کی طرف سے ملی تعلیم کے عین مطابق ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ صراحت اور زور دار انداز میں کہا گیا ہے "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ" (۴: ۸۰) یعنی جو رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ گویا خدا کی اطاعت کرتا ہے، چونکہ مہبط وحی آپ ہیں، قرآن آپ پر نازل ہوا اسی لئے فطری طور پر آپ کا قول، فعل اور تقریر ہی اس کی سچی اور مستند ترین تشریح ہو سکتی ہے۔ اس طرح قرآنی تصور کے مطابق حدیث کوئی کم درجہ کی چیز نہیں بلکہ ایک لحاظ سے اس کا درجہ قرآن کے ہی برابر ہے۔ فرق جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ قرآن لفظاً و معناً متواتر ہے، حدیث میں اکثر و بیشتر روایت بالمعنی پائی جاتی ہے۔ یعنی تحقیق اور ثبوت کے لحاظ سے دونوں میں فرق پایا جاتا ہے۔

دین کا دوسرا ماخذ و مصدر ہونے کی وجہ سے صدر اسلام ہی سے حدیث جس طرح اہل اسلام کے مطالعہ، تحقیق و تصنیف کا سب سے اہم موضوع رہی ٹھیک اسی طرح معاندین نے بھی اسے اپنی علمی کاوشوں کا موضوع اور سازشوں کا نشانہ بنایا، جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ مختلف وجوہات و اسباب کی بنا پر حدیث کے ذخیرہ میں اس بات کی گنجائش کہیں زیادہ پائی جاتی تھی کہ اس میں رطب و یابس اور

کچھ کی باتیں شامل کردی جائیں اور اس طرح بالواسطہ دین میں تحریف کے چور دروازے کھول دیے جائیں۔ چنانچہ اسلامی تاریخ کا ایک بہت بڑا علمی سانحہ اور المیہ ہے کہ دفاع کی ہزار کوششوں کے باوجود معاند قوتیں، جن میں زیادہ تر یہود نژاد علماء و دانشور تھے، ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئیں، اور ہمارے حدیث کے ذخیرہ میں حتی کہ صحاح کتب میں جھوٹی و ضعیف روایت جگہ پاگئیں، مرورِ زمانہ کے ساتھ ان میں سے ہزاروں کو اعتبار بھی مل گیا، اور اس سے عقائد، معاشرتی نظام غرض یہ کہ دین کے ہر شعبہ میں ان ضعیف روایات کے ہولناک اثرات پڑے، دین کا صحیح تصور نگاہوں سے اوجھل ہو گیا، عقائد کی صورت مسخ ہو گئی۔ یہ سانحہ تو ماضی میں پیش آیا۔ ادھر حدیث سے اوپر معاند قوتوں نے اپنے حملہ کا انداز بدل دیا اور اب موضوعی اور معروضی مطالعہ کے نام پر پورے ذخیرہ حدیث کو سرے سے مشکوک بنانے کی کوشش ہونے لگی، جس کے پس پردہ اصل مقصد یہ کارفرما تھا کہ کمزور روایات سے چھانٹ چھانٹ کر اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی احادیث عوام کے سامنے لائی جائیں جو عقل عام سے ماوراء ہوں، اور ان کے سہارے یہ بات ثابت کی جائے کہ حدیث کا پورا ذخیرہ ہی عقل و تحقیق کے خلاف ہے۔ وہی پر قرآن کی تشریح، شریعت اسلامی اور اسلامی قوانین کا دارومدار ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام ایک ایسا عقیدہ ہے جو اندھی تقلید پر انحصار کرتا ہے اور روایت پرست ہے، موجودہ دور میں جن مغربی علماء و اہل تحقیق نے تحقیق کی آڑ میں یہ کام انجام دیا ہے، انھیں مستشرق کہا جاتا ہے۔

استشراق سے مراد مشرقی علوم و فنون، اور آداب و روایات کا مطالعہ ہے۔ المنجد کا مولف لکھتا ہے المستشرق العالم باللغات والآداب والعلوم الشرقية والاسم الاستشراق۔

البتہ قرونِ وسطیٰ میں اسکا اطلاق عبرانی زبان و ادب اور عربی علوم و عربی زبان کے مطالعہ پر کیا جاتا تھا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ عبرانی میں یہودی و نصرانی علوم اور ان کے دینی لٹریچر کا ذخیرہ تھا، اور عربی وقت کی غالب اور سرکاری زبان تھی۔ الاستاذ الزیات لکھتے ہیں "يراد بالاستشراق اليوم دراسة الغربيين لتاريخ الشرق و امه و لغاته و آدابه، و علومه و عاداته و معتقداته و اساطيره و لكنه في العصور الوسطية كان يقصد به دراسة العبرية لصلتها بالدين، و دراسة العربية لعلاقتها بالعلم۔

آج استشراق سے مراد یہ ہوتا ہے کہ مغرب کے لوگ مشرق کی تاریخ، اس کی اقوام،

زبانیں اور ادبیات، علوم و فنون، رسوم و رواج، اور روایات و اساطیر کا مطالعہ کریں، لیکن قرونِ وسطیٰ میں اس سے مراد عبرانی و عربی کا مطالعہ ہوتا تھا، عبرانی کا اس لیے کہ اس کا تعلق مغرب کے لوگوں کے مذہب سے تھا اور عربی کا اس لیے کہ اس وقت دینی علوم و فنون کی زبان تھی۔

مشرق اور بالخصوص اسلامی علوم و فنون کے مطالعہ کی ابتدا اسلامی اندلس اور اسلامی صقلیہ کے اثرات کے نتیجہ میں پیدا ہوئی تھی اور اس کے بعد صلیبی جنگوں کے نتیجہ میں عالم مغرب، عالم اسلام سے براہ راست متعارف ہوا، اور اسکے ترقی یافتہ تمدن سے متاثر ہوا جس سے قدیم یونانی، مشرقی عربی اور اسلامی علوم و فنون کے مطالعہ و تحقیق کی ایک فضا تیار ہونے لگی، دار الترجمہ قائم ہوئے، علمی اکیڈمیاں اور سوسائٹیاں قائم ہوئیں، یہ وہ زمانہ تھا جب عالم اسلام ایک عمومی زوال و انحطاط سے دوچار تھا، خلافت عثمانیہ کو مریض تخت چلن اور یورپ کا مرد بیمار کہا جاتا تھا اور مغرب عالم مشرق پر بحیثیت مجموعی یلغاریں کر رہا تھا۔ اب جنگ کی حکمت عملیاں اور استراتیجیاں بدل رہی تھیں۔ مشرق کی زمینوں، ذرائع امکانات، سوسائٹیوں اور معاشروں اور ان کے رسوم و رواج آداب و روایات، تاریخ، تمدن اور دین و مذہب کا مطالعہ و تحقیق کرنے اور اس کی بناء پر بہتر پالیسی وضع کرنے کی خاطر مغرب کی سیاسی قوتوں نے استشراق اور مشرقی تحریک کے علمبرداروں کو اپنا بہترین مددگار بنا لیا، انھوں نے انھیں اس کام پر متعین کر دیا۔ ان کے لیے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیے اور اب استشراق مغربی استعمار کے جلو میں پروان چڑھنے لگا۔ الاستاذ الزیات لکھتے ہیں۔ "على ان الاستشراق لم يبق محصوراً في دائرة الانتفاع بعلوم العرب و مدنية الشرق، و انما خرج منها الى اغراض تجارية او استعمارية او دينية، فاقبلت الامم الاوربية القوية بحكم هذه الدوافع تتنافس في تعرف الشرق و ارتياد اقطاره، و كشف آثاره، و فتح كنوزه، و احياء ادبه، و طبع كتبه، و ابراز فنه، ثم صار الاستشراق فناً قائماً بنفسه يطلب الوقوف على لغات الشرق ميتها و حيها والاطلاع المباشر على آدابها و فنونها"۔

تاہم استشراق کا دائرہ عربوں کے علوم و فنون اور مشرقی تمدن کے مطالعہ تک محدود نہیں رہا، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تجارتی، استعماری اور دینی اغراض و مقاصد کے حصول کا ذریعہ بھی بن گیا، چنانچہ انھیں محرکات کے تحت یورپ کی طاقتور قوموں نے مشرق کو جاننے، اس کے علاقوں کی کھوج، اس کے آثار کی تحقیق، اس کے خزانوں کی تلاش، اس کی ادبیات کے احیاء اور اس کی کتابوں

کے چھپنے اور اس کے آرٹ کو اجاگر کرنے سے مسابقت شروع کر دی۔ اس طرح استشراق خود ایک مستقل فن بن گیا، جس کا مطلب ہوا مشرق کی زندہ اور مردہ زبانوں کو جاننا اور اس کے ادبیات اور علوم و فنون سے براہ راست واقفیت حاصل کرنا۔

اسلام، اسلامی تہذیب و ثقافت، تعلیمات و روایات اور پیغمبر اسلام کے بارے میں مغرب ایک لمبے زمانے تک مکمل اندھیرے میں رہا۔ یورپ کے مسیحی راہب، شاعر اور ادیب اور ارباب کلیسا عناد، تعصب، جہالت اور مکمل ناواقفیت کی وجہ سے ایسی غلط اور بے سروپا باتیں لکھتے اور کہتے رہے جن کو پڑھ کر آج بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ اسلام کو بت پرستی کا دین، قرآن کو ایک بت اور محمد ﷺ کو (نعوذ باللہ) ایک لٹیرا، قاتل وغیرہ وغیرہ کہا کرتے تھے۔ ۱۸۳۱ء میں ایبو اور فرانسیسی پیغل نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں اپنی کتابوں میں جو واقعات لکھے ہیں ان میں یہی رجحان صاف نظر آتا ہے۔ ایک مسیحی اہل قلم نے حضرت محمد ﷺ کو ایسے رومی راہب سے تشبیہ دی جو پوپ کا مقام حاصل نہ کر پانے کی وجہ سے مخلوق خدا پر قہر بن گیا ہو (حوالہ ۴)۔ ایک مصنف نے یہ نادر تحقیق پیش کی ہے کہ آپ ﷺ نے شراب کی مستی میں جان دی اور آپ ﷺ کی لاش کچرے کے ڈھیر پر ملی (نعوذ باللہ۔ (حوالہ ۵) بعض شقی اس سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں اور انھوں نے سید انسانیت اور صاحب خلق عظیم ﷺ کی طرف ایسی باتوں کی نسبت کی ہے کہ جس کو لکھتے ہوئے قلم بھی شرماتا ہے۔ یہ سلسلہ صدیوں تک جاری رہا۔ البتہ اسپرنگر، ڈوزی، ڈی کاسٹری اور کارلائل نے اپنی کتابوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام سے تھوڑا بہت انصاف کیا ہے۔ ۱۹ویں صدی میں یورپین مصنفین کے رویہ میں ایک عمومی تبدیلی پیدا ہوئی، البتہ ۱۹ صدی کے اواخر تک بھی ایسے مستشرق پائے گئے، جنھوں نے ذات رسالت کے بارے میں اسی طرح کی لرزہ سرائیاں کی ہیں، ان میں قوسٹر نے ۱۸۴۲ء میں اپنی کتاب میں ایسی ہی گستاخیاں کیں۔ اسکے بعد زوئق (۱۸۷۱ء) نے آپ کو ہلاک اور منافق عرب جیسے گستاخانہ الفاظ سے یاد کیا (نعوذ باللہ)۔ البتہ بیسویں صدی کی ابتدا سے مستشرقین نے مہذب اور علمی رویہ اپنایا ان کے مقاصد تو وہی رہے لیکن لب و لہجہ میں تبدیلی آئی اور اسلوب تحقیق بھی پیدا ہوا۔ انھوں نے براہ راست علوم عربیہ سے استفادہ کیا، گرچہ کہ قدیم یوروپی خیالات اور کتابوں سے استفادہ بھی کرتے رہے، جس کا اثر ان کی کتابوں اور تحقیقات میں ظاہر ہوتا ہے شروع میں اس طبقہ کے پیدا ہونے کے اسباب زیادہ تر سیاسی تھے، استعماری اغراض و مقاصد کے حصول میں تعاون ان کے لیے اصل محرک رہا تھا، بعد میں استشراق باضابطہ ایک فن بن گیا اور مشرق و مغرب کی یونیورسٹیوں

یونیورسٹیوں میں ان کی تالیفات مرجع و مآخذ قرار دی گئیں اور استشراق Oriantal Studies کے شعبے جگہ جگہ کھل گئے۔ آج عالم مغرب ہو یا مشرق علمی و تحقیقی اداروں میں انھیں مستشرقین کو اعتبار حاصل ہے۔

۱۹ویں صدی کے آخر میں عالم مغرب نے عالم اسلام پر حملہ آور ہوا اور اسے اپنے سیاسی غلام بنا کر جبر و تشدد کے ذریعہ اس کی ذہنی و فکری قوتوں کو منجمد کر دیا۔ اس کی تحقیقات، اس کے فنون اور اسکی صلاحیتوں کو غصب کر دیا، اس کے مال اور علمی اثاثے ضبط کر لیے اور اس کے بعد مستشرقین نے تفسیر، حدیث، تاریخ، ادب و بلاغت اور فقہ و قانون، تاریخ و فلسفہ وغیرہ وغیرہ ان کی مختلف شاخوں میں سے کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی جس کا حرف حرف پڑھ کر انھوں نے اس پر تحقیق نہ کی ہو۔ انھوں نے اسلامی علوم کے پرانے مخطوطوں کو ایڈٹ کیا۔ ان کے تشریحی انڈیکس تیار کیے، مختلف یوروپین اور عالمی زبانوں میں ان کے ترجمے کیے، حواشی لکھے، ڈکشنریاں اور معاجم تیار کیے دقیق مباحث کی تکمیل کی، اور اس سارے کام میں اپنے مزعومات بھی خوب خوب نمک مرچ لگا کر داخل کر دیے، اپنی انھیں کاوشوں کی بناء پر انھیں ان علوم کی مہارت اور استفادہ (Authority) حاصل ہو گیا، اب علوم اسلامیہ انھیں کی عینک سے پڑھے جانے اور انھیں کی نظروں سے دیکھے جانے لگے، انھیں کی تشریحات رائج ہو گئیں، انھوں نے خدا، رسول اور مذہب ہر ایک کے سلسلہ میں مختلف غلط فہمیاں اور تحریفات عام کر دیں، مثلاً وحی کو ایک بیماری باور کرایا، قرآن کو رسول کی تصنیف قرار دیا، اسلامی فقہ و قانون کو رومن لا سے ماخوذ قرار دیا۔

مستشرقین کی تعداد سیکڑوں سے بھی متجاوز ہے لیکن ان میں سے بعض اہم مستشرقین جنھوں نے عربی اور اسلامی علوم و فنون پر خاص کام کیا ہے، کے نام ہم یہاں لکھتے ہیں۔

(۱) گستاف لوئن (وفات ۱۸۷۰) فرنچ مصنف ہے اس نے کشف الظنون، الفہرست لابن الندیم، ونس الوحید للثعالبی، تعلو وقاکی طبقات الحنفیہ اور قرآن کی اشاعت کی۔

(۲) دی ساسی (متوفی ۱۸۳۸) عربی و فارسی کا ماہر تھا اور بہتیرے مستشرقین کا استاد ہے۔

(۳) فلیشر (متوفی ۱۸۸۸) اس نے تفسیر البیضاوی، مفصل زمخشری شائع کی ہیں۔

(۴) ایگناز گولڈزیہر (متوفی ۱۹۲۱) ہنگری مستشرق ہے مالکی و شافعی مذہب کا ماہر تھا۔

(۵) فرڈیننڈ ووسٹن فیلڈ (متوفی ۱۸۵۰) حدیث، سیرت اور تاریخ پر عبور حاصل تھا، اس نے یاقوت کی معجم البلدان، ابن خلکان کی وفیات الاعیان اور سیرت ابن ہشام اور ذہبی کی طبقات الحفاظ

وغیرہ کتابوں پر کام کیا ہے اور ان کی اشاعت کی ہے۔ (حوالہ ۶)

(۶) نولدیکی (متوفی ۱۹۳۱) جرمن مستشرق ہے، قرآن کا خاص مطالعہ کیا ہے، اس نے تاریخ القرآن اور عدۃ فی اشعر الجاہلی لکھی ہے۔

(۷) نالینو (متوفی ۱۹۳۸) ادبیات عربی اور تاریخ کا عالم ہے۔ اس نے مصر کی یونیورسٹی میں تاریخ ادب عربی پر لیکچر دیے ہیں۔ اور عربی کے مشہور مصری ادیب ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا خاص مربی استاد تھا۔

(۸) مارگولیوس، علوم عربیہ اور حدیث کا بہت بڑا ماہر، اس کے تعلق سے شبلی نے لکھا ہے کہ مارگولیوس نے مسند امام احمد بن حنبل کا ۶ ضخیم جلدوں کا ایک ایک حرف پڑھا ہے اور ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں کسی مسلمان کو بھی اس وصف میں اس کی ہم ... کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ (حوالہ ۷)

(۹) فلپ حتی تاریخ پر خاص عبور رکھتا ہے، اس نے A Short History of Arabs لکھی۔

(۱۰) کارل بروکلمان عربی ادبیات کا انتہائی متبحر عالم ہے جس نے کئی جلدوں میں عربی ادب کی تاریخ لکھی ہے۔

(۱۱) ڈاکٹر اسپرنگر، جرمن مستشرق ہیں حدیث پر خاص کام کیا ہے ابن حجر کی کتاب الاصابہ فی احوال الصحابہ انہوں نے کلکتہ سے اپنی تحقیق و تصحیح کے ساتھ چھپوائی تھی، سیرت نبوی پر بھی ایک ضخیم کتاب ۳ جلدوں میں لکھی ہے۔ (حوالہ ۸)

(۱۲) پروفیسر سخاؤ (Sachau) جرمن مستشرق ہے۔ عربی دانی اور وسعت معلومات کے لحاظ سے بے نظیر تھا۔ اس نے البیرونی کی کتاب الہند کا دیباچہ لکھا ہے، جس کو شبلی نے رشک کے قابل قرار دیا ہے۔ (حوالہ ۹) لہٰذا اسی کی خاص کوشش اور محنت سے اور دیگر سات مستشرقین کی اعانت سے ابن سعد کی عظیم تصنیف طبقات ابن سعد شائع ہوئی ہے۔

(۱۳) ماضی قریب میں اسلامیات کا ایک بہت بڑا ماہر مستشرق گولڈ زیہر گزرا ہے، بعد کے بیشتر مستشرقین اسی کے شاگرد ہیں۔ اور فقہ وحدیث میں اکثر مغربی مصنفین اسی کی رایوں اور تحقیقات پر تکیہ کرتے ہیں۔ اس کی کتابوں کا عربی ترجمہ ہو چکا ہے، جن میں العقیدۃ والشریعۃ اور مذاہب التفسیر الاسلامی خاص ہیں، اس مستشرق نے حدیث کے استناد اور تاریخ تدوین سے متعلق خاص طور پر شکوک وشبہات پیدا کیے ہیں۔ (حوالہ ۱۰) مذکورہ بالا مستشرقین کے علاوہ گبن، ایڈورڈ لین، ولیم میور، نکلسن براؤن، آرنولڈ اور مونٹ گمری واٹ وغیرہ بھی اہم نام ہیں جنہوں نے سیرت، تاریخ

اسلام اور عورت اسلامی، اخلاقیات، تصوف وفلسفہ پر کام کیا ہے۔ یہ فہرست اور طویل ہو سکتی ہے لیکن مضمون کی طوالت کے ڈر سے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ مختلف اسلامی علوم اور ان کی شاخوں کے علاوہ خاص فن حدیث پر بھی انہوں نے خاصی کاوشیں کی ہیں۔ اور بعض مہتم بالشان کارنامے انجام دیے ہیں۔ مثلاً مستشرقین کی ایک جماعت نے المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث ترتیب دی۔ اسی طرح حدیث کے ماہر مستشرق اے۔ جی۔ ونسنک نے مفتاح کنوز السنۃ کے نام سے امہات کتب کا ایک انڈکس تیار کیا ہے، عربی ترجمہ فواد عبدالباقی نے کیا ہے۔

ان خدمات کے ساتھ ہی مستشرقین نے حدیث کے استناد و ثبوت کے سلسلہ میں بہت سے شکوک وشبہات بھی پیدا کیے ہیں، رائی کو پربت بنانے کا فن انہیں خوب آتا ہے۔ چنانچہ اسباب وضع حدیث کے سلسلہ میں انہوں نے دور از کار باتوں کو افسانہ بنا دیا ہے، اور انہیں علمی اور موضوعی تحقیقات کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ: "(۱) بنو امیہ اور علماء وقت کے باہمی کشمکش کی وجہ سے علماء نے ان کے مثالب میں احادیث وضع کیں۔ (۲) اس کے جواب میں بنو امیہ نے بھی اپنی تعریف اور علویوں کی مخالفت میں احادیث گھڑوائیں۔ (۳) انہوں نے اپنی حکومت وریاست کے مقاصد کو پورا کرنے اور سیاسی اغراض کے حصول کے لیے انہوں نے ایسی حدیثیں وضع کرائیں جن سے دین وسیاست میں تفریق ہوتی ہو۔ (۴) ایسی احادیث وضع کی گئیں جن سے امور سیاست سے الگ رہنے اور زہد وعبادت کے رجحان کو تقویت ملتی ہو۔ (حوالہ ۱۱) مستشرقین یہ بھی کہتے ہیں کہ زکوٰۃ اور اس کے نصابات سے متعلق احادیث تاریخی حقائق کا ساتھ نہیں دیتیں۔ (حوالہ ۱۲)

وہ علماء جنہوں نے مستشرقین کے جواب میں نیز جدید اور عصری تحقیق کے معیار پر پوری اترنے والی جو کتابیں لکھی ہیں، ان میں سب سے اہم ڈاکٹر حمید اللہ (مجدد علوم سیرت) حیدرآبادی کی تحقیق مجید "صحیفہ ہمام بن منبہ" ہے۔ اور مصطفیٰ الاعظمی کی "دراسات فی الحدیث النبوی" نیز مولانا مودودی کی کتاب سنت کی آئینی حیثیت نے بھی اپنے منطقی، عقلی اور استدلالی انداز کی وجہ سے جدید تعلیم یافتہ طبقات کے ذہنوں پر خوشگوار اثر ڈالا اور ان کے شکوک وشبہات دور کرنے میں اچھا رول ادا کیا۔ اہم مستشرقین نے حدیث اور دوسرے اسلامی علوم پر جو بڑا کام کر دیا ہے اس کی برابری ہمارے یہاں پایا جانے والا کام نہیں کر سکتا۔

ہمارے علوم پر بھی مستشرقین اس لئے سند اور اتھارٹی قرار پائے کہ انہوں نے کئی

صدیوں تک مطالعہ کے لئے زبردست محنتیں اور کاوشیں کیں، ہمارا المیہ یہ رہا ہے کہ اس پوری مدت میں علمی تحقیق میں ہم ان کا مقابلہ نہ کر سکے، جس طرح ان کے ہاں استشراقیات کے مطالعہ نے ترقی کی اس کے مقابلہ میں ہمارے ہاں استغراب (مغربی علوم کا مطالعہ) کو رواج نہ دیا جا سکا، جس کے ذریعہ ہم مغرب کو پڑھتے، اس کے فکری اساسات کا پتہ لگاتے، اس کے علمی سرمایہ کا تنقیدی جائزہ لیتے، اور دفاع سے اقدام کی پوزیشن میں آجاتے، جس طرح ہماری تاریخ میں ابن حزمؒ، البیرونیؒ، ابن خلدونؒ، طبری الاشعریؒ، غزالیؒ اور ابن تیمیہؒ اور امام ولی اللہ دھلویؒ نے معاندین کا مقابلہ انہیں کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر کیا تھا وہ تجربہ دوبارہ دہرایا نہیں جا سکا۔ آج ضرورت اسی کی ہے کہ ہمارے ہاں استغراب کا رواج ہو۔

مراجع و حواشی

نمبر ۱: لویس معلوف / المنجد فی اللغۃ والاعلام ص ۳۸۴ طبع ۲۷ بیروت۔

نمبر ۲: الاستاذ احمد حسن الزیات / تاریخ الادب العربی ص ۵۱۲ طبع ۲۵ قاہرہ۔

نمبر ۳: ایضاً ص ۵۱۳

نمبر ۴: محمد حسین ہیکل / حیات محمد، ترجمہ ابو یحییٰ امام خان نوشہری ص ۱۶ طبع ۱۹۸۸ء، تاج کمپنی دھلی

نمبر ۵: ایضاً

نمبر ۶: احمد حسن زیات، تاریخ الادب العربی، ص ۵۱۵۔۵۱۶، طبع ۲۵ قاہرہ۔

نمبر ۷: علامہ شبلی نعمانیؒ / سیرت النبی جلد اول ص ۵۶، طبع دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۸۹ء۔ واضح رہے کہ یہی وہ مستشرق ہے جس نے جاہلی ادب کے انتحال کا نظریہ پیش کیا اور اسے طہ حسین نے بڑے زور و شور سے آگے بڑھایا۔

نمبر ۸: ایضاً صفحہ ۹۷

نمبر ۹: صفحہ ۹۶

نمبر ۱۰: محمد بن ابو شہبہ / دفاع عن السنہ ص ۳۲۸، طبع اول، مکتبہ السنہ قاہرہ۔

نمبر ۱۱: ایضاً ۲۴۸ تا ۲۸۰، بعد میں اسی نظریہ کو ایک ازہری عالم شیخ علی عبد الرازق نے چھیڑا اور کتاب الاسلام و اصول الحکم لکھی۔

نمبر ۱۲: ایضاً ص ۲۷۴۔

وعظ و ارشاد

وہ انقلابی رات

نسیم غازی فلاحی

صبح دس بجے کا وقت تھا، ایک صاحب ہمارے آفس میں تشریف لائے اور آتے ہی انہوں نے بڑے اضطراب کے ساتھ مولانا محمد فاروق خان صاحب سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی ہم نے انہیں بٹھایا اور ان سے اپنا تعارف کرانے کی گذارش کی۔ انہوں نے بتایا کہ "میں فلاں جگہ کا رہنے والا ہوں، ہمارا ڈپٹی کمشنر سیل ٹیکس کے عہدے سے ریٹائر ہوا ہوں جس وقت میں اپنی سروس میں تھا میرا چپراسی ایک مسلمان شخص تھا، میں نے اس کے کاموں سے خوش ہو کر اسے ترقی دیدی۔ وہ مسلمان ملازم بہت خوش ہوا اور اس نے خیال کیا کہ میں نے اس کا پروموشن کر کے اس پر کوئی بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اس نے ارادہ کیا کہ سے میرا شکریہ ادا کرنا چاہیے اور ساتھ ہی کوئی قیمتی تحفہ بھی پیش کرنا چاہیے۔ تحفہ دینے کیلئے اس مسلم ملازم نے بہت سی چیزوں پر غور کیا مگر کسی چیز کو بھی میرے شایان شان نہ سمجھا۔ وہ کوئی ایسا تحفہ دینا چاہتا تھا جو دنیا کا سب سے قیمتی تحفہ ہو۔ وہ برابر سوچتا رہا اور آخر کار اس نے میرے لئے ایک قیمتی اور بے مثل تحفہ تلاش کر ہی لیا۔

ایک دن وہ مسلم ملازم صاف ستھرے کاغذ میں پیک وہ تحفہ لا کر میرے گھر حاضر ہوا۔ اور بولا صاحب آپ نے پروموشن دے کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے میں آپ کے احسان کا بدلہ تو کیا شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتا۔ میں آپ کی خدمت میں ایک تحفہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ صاحب الیقین جانئے میرے نزدیک آپ کو پیش کرنے کے لئے اس سے زیادہ قیمتی تحفہ کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا، یہ کہتے ہوئے اس نے وہ پیکٹ میری طرف بڑھا دیا۔ وہ اتنا خوش تھا کہ پھولے نہیں سما رہا تھا۔ میں نے وہ پیکٹ لیکر ایک طرف رکھ دیا اور اس کی پیٹھ تھپکی تو اضع کے بعد اسے رخصت کیا۔

اس ملازم کے چلے جانے کے بعد میں نے اس پیکٹ کو کھولا تو وہ ہندی قرآن مجید تھا۔ میں نے بے دھیانی سے اسے لیا اور بغیر کسی اہمیت کے اسے الماری میں رکھ دیا۔

رات کو حسب معمول جب میں اپنے بستر پر سونے کے لئے لیٹا تو میرے دماغ میں اس مسلم ملازم کے یہ الفاظ گونجنے لگے "صاحب! یقین جانیے میرے نزدیک آپ کو پیش کرنے کے لئے اس سے زیادہ قیمتی تحفہ اور نہیں ہو سکتا" میری نیند اڑ گئی اور رات بھر کروٹیں بدلتا رہا۔

مجبوراً رات میں چار بجے سحر سے اٹھا، لائٹ جلائی اور قرآن مجید کے اس ہندی ترجمہ کو پڑھنے کے لیے بیٹھ گیا۔ جیسے ہی اسے کھولا تو پہلے ہی صفحہ پر لکھا تھا اس عظیم کتاب کو پاک صاف ہو کر پڑھیں۔ دیکھ کر میں یکلخت چونکا اور پھر فوراً ہی قرآن مجید کو الماری میں رکھ کر غسل کرنے چلا گیا۔ نہا دھو کر واپس آیا قرآن مجید کو اٹھایا اور خاموشی سے پڑھنا شروع کر دیا۔ جیسے جیسے اسے پڑھتا جاتا اس کا اثر میرے دل ودماغ پر پڑتا جاتا۔ میں نے بہت سارے صفحات ایک ہی نشست میں پڑھ ڈالے اس کی سلیس، معیاری اور مؤثر زبان اور اعلیٰ تعلیمات نے مجھے اتنا متاثر کر دیا کہ میں پکار اٹھا یہ کلام انسانی کلام نہیں ہو سکتا ...... یہ تو خدائی کلام ہی ہو سکتا ہے۔ میں نے مختلف مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔

لیکن یہ حقیقت ہے کہ آج کوئی بھی کتاب قرآن مجید کے مقابل کی نہیں۔ میرے دل نے یہ گواہی دی، اور میں سوچنے لگا کہ میں نے اپنے مسلم ملازم کو یہ موقع دیکر اس پر احسان نہیں کیا بلکہ حقیقت میں 'کلام الٰہی' کا یہ بے مثال تحفہ مجھے دیکر اس ملازم نے مجھ پر احسان عظیم کیا ہے۔

اب تو میرا روز کا یہ معمول ہو گیا کہ صبح چار بجے اٹھتا، غسل کرتا اور پھر اس عظیم کتاب لیکر اس کا مطالعہ شروع کر دیتا۔ دوران مطالعہ بارہا ایسا ہوتا کہ میں اپنے پر قابو نہ رکھ پاتا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ مجھے اپنی سابقہ زندگی پر افسوس اور ندامت ہوتی اور میں اپنے اندر یہ عزم پیدا کرنے کی کوشش کرتا کہ آئندہ کی زندگی رب العالمین کے اس ہدایت نامے کے مطابق بسر کرنی ہے۔ میں نے قرآن سے متاثر ہو کر بفضلہ تعالیٰ رشوت لینی چھوڑ دی، شراب نوشی چھوڑ دی اور دیگر برائیوں سے توبہ کی نیز بھلائیوں کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ ساتھ ہی غیر مسلم احباب اور دوستوں کو قرآن مجید کی اس عظمت سے واقف کرانا شروع کر دیا۔"

کلکٹر صاحب یہ بیان کرنے کے بعد چند لمحے خاموش رہے اور پھر بولے اس وقت اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ مترجم قرآن مولانا محمد فاروق خان صاحب سے ملاقات کر کے پوری ہندی دنیا کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کروں۔ کیونکہ انہوں نے کلام الٰہی قرآن مجید کا ہندی ترجمہ کر کے ہندی جاننے والے کروڑوں انسانوں کو رب کے پیغام اور ہدایات سے روشناس کرا دیا ہے اور اس طرح ان پر احسان عظیم کیا ہے۔ میں اپنے جذبات کی تکمیل کیلئے اپنے محسن مولانا موصوف کے حرم میں آیا روزہ رکھ کر حاضر ہوا ہوں اور ریلوے اسٹیشن سے پیدل ہی آیا ہوں۔ شاید اس طرح میں عقیدت و محبت اور شکریہ کا حقیر نذرانہ ان کی خدمت میں پیش کر سکوں۔

روشنی کا سفر

لیلیٰ ریٹی کا ...... قبول اسلام!

نجم الہدیٰ ثاقب

مغرب میں قبول اسلام کے واقعات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، خصوصاً مغرب کی نوجوان نسل ایک ایسے دین کی متلاشی ہے جو انہیں روحانی سکون کی متاع بے بہا عطا کر سکے۔ مغربی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ چلائی جاری اسلام کی تصویر کشی کی مہم نے بھی اس نسل کے اندر حقیقت واقعہ کو جاننے کا تجسس پیدا کر دیا ہے، جسکے نتیجہ میں یہ نسل وضوح حق کے بعد ایمان سے ہمکنار ہو جاتی ہے۔ اور بے اختیار ہمیں یہ آیت یاد آ جاتی ہے کہ "عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم" (بقرہ ۲۱۶)

اسکی ایک تازہ مثال "لیلیٰ ریٹی" ہیں۔ یہ فرانس میں پیدا ہوئیں اور پیشہ کے اعتبار سے انجینئر ہیں اور مغرب (مورکو) (Morraco) میں رہائش پذیر ہیں۔

آیئے انہیں سے انکی ایمان افروز گفتگو سنیں۔

سوال: آپ اسلام سے کب متعارف ہوئیں؟

جواب: چار سال قبل جب میں اعلیٰ تعلیم کی غرض سے کناڈا گئی تو وہاں مجھے اسلام سے واقف ہونے کا موقع ملا۔ کناڈا میں میری ملاقات چند عرب نوجوانوں سے ہوئی، لیکن افسوس کہ وہ خود اسلامی اخلاقیات سے زیادہ واقف نہیں تھے اسلئے میں اسلام کے متعلق ان سے کچھ زیادہ نہیں جان پائی۔ لیکن انہیں عرب نوجوانوں میں سے ایک جنکا تعلق تیونس سے تھا، اسلامی احکام و آداب کے پابند تھے۔ ان کی شخصیت اسلام کے متعلق اشتیاق، واقفیت اور مطالعہ کی محرک ثابت ہوئیں، نیز ذرائع ابلاغ نے حقوق انسان کے تحفظ سے متعلق حقوق وانصاف اور دیانت داری و علمی اصولوں کو پس پشت ڈال کر اسلام کے متعلق مذموم مہم چھیڑ رکھی تھی۔ اور یہ ..... وہ بھی اس موضوع پر مطالعہ کی محرک ہوئی۔

میں نے ابتدا ہی کی طرف اس موضوع پر مطالعہ کے لئے رجوع کیا، اور اللہ کا شکر ہے کہ مجھے کامیابی ملی۔ میں نے ایک ایسی کتاب کا مطالعہ کیا جس میں اسلام، عیسائیت اور یہودیت میں عورتوں کے مقام اور انکے حقوق کے متعلق تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا تھا، اس کتاب نے میری آنکھیں

کھول دیں اور یہ حقیقت مجھ پر روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ اسلام نے عملاً عورتوں کو جو حقوق عطا کئے ہیں، ان کا تصور بھی عیسائیت یا یہودیت میں نہیں ہے۔ ساتھ ہی ساتھ مجھے میڈیا کے اس رویہ پر بھی افسوس اور حیرت ہوئی کہ وہ حقائق کو بگاڑ کر اسلام کی ایک غلط تصویر پیش کرتا ہے۔

میں تسلسل کیساتھ اسلام کا مطالعہ کرتی رہی، مجھے کوئی غیر معقول (Unreasonable) بات اس دین میں نظر نہیں آئی۔ اسلام کی حقانیت کے انکشافات نے میری راتوں کی نیند اور دن کا سکون چھین لیا۔ اب میرے سامنے صرف دو راستے تھے یا تو میں اپنا مطالعہ روک کر اپنی گذشتہ زندگی کی طرف لوٹ آؤں: یا اس دین کو سمجھنے اور قبول کرنے کیلئے گہرائی کیساتھ اپنا مطالعہ جاری رکھوں۔

اللہ کا شکر ہے کہ میں نے دوسری راہ اختیار کی اور مجھے خوشی ہے کہ جوں جوں میرے مطالعہ میں وسعت آتی گئی اسی تناسب سے اسلام پر میرے یقین و اذعان میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ اس سلسلہ میں میرے تونسی دوست نے بڑی مدد کی، لیکن ایک مرحلہ ایسا بھی آیا جو انہیں محسوس ہوا کہ اسلام کے متعلق میرے تو بہ تو سوالات کا جواب دینا انکے بس میں بھی نہیں ہے۔ انھوں نے میری ملاقات ایک امام مسجد سے کرائی۔ جنکا تعلق فلسطین سے تھا۔ وہ میرے سوالات و استفسارات کا تشفی بخش جواب دیتے رہے۔ انکے جوابوں اور تشریحات سے اسلام کے متعلق میری پسندیدگی میں اضافہ ہوا اور پھر میں نے ایمان لانے کا خوشگوار اور اہم فیصلہ بھی کر لیا۔ اور جلد ہی نماز پڑھنے کے طریقہ اور اسکے ارکان و فرائض سے واقفیت حاصل کر لی۔ ایمان لانے کے فوراً بعد ہی میں دوپٹہ کا اہتمام کرنے لگی۔

سوال:۔ کیا آپ قبول اسلام سے قبل ہی مسلمانوں سے معاشرتی طور پر واقف ہو چکی تھیں؟

جواب:۔ ہرگز نہیں! میں صرف کتابوں اور انٹرنیٹ کے ذریعہ اسلام سے واقف ہوئی ہوں۔ اس سے قبل مجھے مسلمانوں سے معاشرتی طور پر کوئی واقفیت نہیں تھی۔

سوال:۔ انٹرنیٹ پر کن پیکیجز (Packages) سے آپ نے استفادہ کیا؟

جواب:۔ زیادہ تر پیکیج انگریزی میں تھے، فرانسیسی میں دستیاب پیکیجز کی تعداد بہت کم ہے۔ اسلام موافق (Pro-Islam) کے بجائے اسلام مخالف (Anti-Islam) پیکیجز کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ مجھے چند ایسے پیکیج میسر آگئے جو اسلام کی صحیح تصویر پیش کرتے تھے۔

یہاں میں اس بات کا ذکر ضروری سمجھتی ہوں کہ میں گزشتہ چار برسوں سے انٹرنیٹ پر موجود اسلامی پیکیجز کا مطالعہ کر رہی ہوں اور بحمد اللہ ان کی تعداد میں مناسب اضافہ ہوا ہے۔

سوال: آپ کے افراد خانہ کا ردعمل کیسا تھا؟

جواب: "قبول اسلام" میں میں نے خاموشی اختیار کئے رکھی، اور کسی کو اس "خوشگوار حادثہ" سے مطلع نہیں کیا۔ چونکہ میں اپنے افراد خانہ سے علحدہ رہتی تھی اسلئے میری یہ تنہائی پوری آزادی کے ساتھ نماز کی ادائیگی میں بڑی معاون ثابت ہوئی۔ جب میں اپنے والدین کو اس کے متعلق بتایا تو انھوں نے اس بات کی طرف کوئی توجہ نہیں دی، انکے خیال میں یہ "جذبات کی ایک لہر" تھی جو عنقریب ختم ہو جائے گی۔ لیکن میری ماں اس خبر سے بہت متاثر ہوئیں، اور میری رائے کا احترام کرتے ہوئے انھوں نے اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا۔ مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے بہت محبت تھی، میری پرورش و پرداخت انہیں کے زیر سایہ ہوئی ہے۔

لیکن میری مشکلیں اس وقت شروع ہوئیں جب میں نے پردے کا اہتمام شروع کر دیا۔ جب میں نے یونیورسٹی کی تعلیم مکمل کر لی تو ایک نئی آزمائش میری منتظر تھی۔ میرے والد نے مجھ سے قطع تعلق کر لیا کیونکہ پردہ کی پابندی نے انکی نظروں میں مجھے "ارھابی" (دہشت گرد) بنا دیا تھا۔ [illegible] "تخریب" کے کچھ اور نہیں ہوتا ہے۔ درحقیقت اسلام کے متعلق وہ بھی انہیں غلط فہمیوں میں مبتلا تھے جن میں عام طور پر مغرب کے لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔ وہ مثبت انداز میں اس موضوع پر سوچنے کیلئے تیار ہی نہیں تھے۔ بہر حال اللہ نے مجھے اس آزمائش میں کامیاب کیا۔

تکمیل تعلیم کے بعد میں نے فرانس میں ملازمت حاصل کرنے کی کوشش ہی نہیں کی کیونکہ پردہ کی پابندی کی وجہ سے فرانس میں ملازمت ملنا ناممکن تھا، ہماری وہ بہنیں جو پردہ کی پابند ہوتی ہیں، انہیں بھی اپنے آفسوں میں حجاب کی پابندی سے دستبردار ہونا پڑتا ہے۔ فرانس جیسے ملک میں اسلام کی پابندی کے ساتھ زندگی گزارنا ایک عجوبہ سے کم نہیں۔

سوال: مغرب اقصیٰ (مراکش) کے متعلق آپکے احساسات کیا ہیں؟

جواب: میں [illegible] سے مراکش میں ہوں۔ یہاں آنے سے قبل بہت سے لوگوں نے [illegible] کے واقعات کا حوالہ دیکر مجھے یہاں منتقل نہ ہونے کا مشورہ دیا تھا۔ لوگ بار بار یہ کہتے تھے

کہ تمہارے تصور کے مطابق وہاں صرف پابند شرع مسلمان ہی نہیں رہتے ہیں بلکہ وہاں بھی مغربی تہذیب کی جلوہ سامانیاں موجود ہیں۔ یہاں آکر خود مجھے بھی اس تلخ حقیقت کو قبول کرنا پڑا۔ یہاں دینداری اور شریعت کی پابندی عام نہیں ہے، سماج کے ایک حصہ میں دولت کی ریل پیل ہے، زندگی اور اقتدار کی باگ ڈور دولت کے ہاتھوں میں ہے۔ فلک بوس عمارتیں، سڑک پر دوڑتی چمکتی نئی نئی ماڈل کی امپورٹیڈ کاریں، اور مغربی تہذیب کی چکاچوند ضرور ہے لیکن دوسری طرف افسوس کا مقام ہے کہ مسلم اکثریت والا ملک ہونے کے باوجود یہاں خواتین میں بے حجابی عام ہے، نئی نسل دین کے بنیادی تقاضوں اور اسلام کے ارکان سے بھی ناآشنا ہے۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ دوسری طرف کچھ اسلام پسند بھی ہیں جو بیابان کی شب تاریک میں قندیل رہبانی کی مانند جاہلیت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں مینارۂ نور بنے ہوئے ہیں۔

معاشی اور اقتصادی نقطۂ نظر سے بھی مجھے یہاں روح فرسا اور دلدوز تفاوت کا احساس ہوا۔ ایک طرف جہاں اہل ثروت کا طبقہ ہے جو اپنی خواہش پر قادر ہے تو دوسری طرف وہ لوگ بھی ہیں جو تن شیشہ تک کے محتاج ہیں۔ ایک طرف بلند و بالا عمارتیں، امیروں کی امارت کا اعلان کرتی ہیں تو دوسری طرف انتہائی بے سروسامانی کے ساتھ آسمان کے نیچے یا انتہائی خستہ حال جھونپڑیوں میں زندگی گزارنے والوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ میں جب اپنی آفس کی کھڑکی سے شہر کا نظارہ کرتی ہوں تو دکھ کے ساتھ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتی ہوں کہ خدایا تیرے یہ محتاج بندے کیونکر زندگی کی اس گاڑی کو کھینچ رہے ہیں؟

بعض مراکشی ادباء نے اس تناقض (Paradox) کو اپنی تحریروں کا موضوع بنایا ہے اور انہوں نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ صد فی صد مبنی بر حقیقت ہے۔

سوال: اسلام کے سمجھنے میں آپکو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟

جواب: حقیقی اسلام اور مسلمانوں کے مابین پائے جانے والے فرق کو میرا احساس ذہن کبھی قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوا۔ مغربی ذرائع ابلاغ مسلمانوں کی دینی حالت کی منفی تصویر کشی کرتے ہیں اور پھر اسکو اسلام سے مربوط قرار دینے کی مذموم اور غیر ذمہ دارانہ کوشش کرتے ہیں، اس لحاظ سے میں خوش قسمت ہوں کہ مسلمانوں سے متعارف ہونے سے قبل ہی میں نے اسلام کو اچھی طرح

سمجھ لیا تھا، اس لئے یہ تناقض اس روشنی کے قبول کرنے میں حارج نہ بن سکا۔ اس عملی تناقض یا نظریاتی اور عملی اسلام کے مظاہر میں فرق کو ختم کیا جانا از حد ضروری ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد صرف نام کی مسلمان ہے، انہیں اسلام کے مطالبات اور اپنے فرائض کا مطلق علم نہیں۔

سوال: آپکے تعلقات آپکی ماں محترمہ سے کیسے ہیں؟

جواب: اللہ کا شکر ہے کہ وہ مشرف بہ اسلام ہو چکی ہیں۔ گزشتہ سال حج کے دوران میں نے انکی ہدایت کے لئے اللہ سے بہت دعائیں کی تھیں، واپسی پر جب میں ان سے ملنے گئی تو انہیں نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اسلام قبول کر چکی ہیں۔ قبول اسلام سے قبل وہ کیتھولک فرقہ سے تعلق رکھتی تھیں، چار سال قبل انہوں نے کچھ اس انداز میں مجھ سے اسلام کے متعلق ابہام و شبہات اور سوال و جواب کیا کہ مجھے اسی وقت اندازہ ہو گیا کہ وہ اسلام کو سنجیدگی سے سمجھنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اسلام لانے سے قبل انہیں اندازہ نہیں تھا کہ مسلمان اتنے اچھے با اخلاق اور پر امن لوگ ہوتے ہیں، عموماً اہل مغرب (مراکش) [illegible] اچھے ہوتے ہیں۔

☆☆☆

اعلان

[illegible] امتحانات [illegible] میڈل۔

اسلامیات [illegible]		اسلامیات اول	
۱۔ [illegible]	گولڈ میڈل	۱۔ ام عمران	گولڈ میڈل
۲۔ اشرف علی [illegible]	سلور میڈل	۲۔ ابو الحسن علی ندوی	سلور میڈل۔
۳۔ [illegible]	براس میڈل	۳۔ ابو الکلام آزاد	براس میڈل۔
اسلامیات دوم		اسلامیات سوم	
۱۔ [illegible]	گولڈ میڈل	۱۔ حسن البناء شہیدؒ	گولڈ میڈل۔
۲۔ مولانا محمد الیاس	سلور میڈل	۲۔ عبد الماجد دریابادی	سلور میڈل۔
۳۔ مولانا عمران خان	براس میڈل	۳۔ قاضی [illegible] حسینی	براس میڈل
عالم اسلامیات		معلم اسلامیات	
۱۔ سید قطب شہیدؒ	گولڈ میڈل۔	۱۔ مولانا مودودیؒ	گولڈ میڈل۔
۲۔ ڈاکٹر محمد اقبالؒ	سلور میڈل۔	۲۔ محمد علی جوہرؒ	سلور میڈل۔
۳۔ حمید الدین فراہی	براس میڈل	۳۔ مولانا انعام الرحمن خانؒ	براس میڈل۔

عبدالحلیم۔ سکریٹری جامعہ اسلامیت
33/A- باغ [illegible] رائے کالونی [illegible]

تعارف

جامعۃ الفلاح کا نیا نصاب تعلیم

ادارہ

ہندوستان میں دینی مدارس ملت اسلامیہ کے تحفظ و بقاء، اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت، اسلام اور مسلمانوں پر ہونے والے حملوں کا دفاع اور اسلام کی دعوت سے برادران وطن کو روشناس کرانے کا اہم کام انجام دیتے رہے ہیں۔ ان مدارس کی خدمات ملک و ملت کے لیے بیش بہا اور قابل قدر ہیں۔ یہ مدارس اگر نہ ہوتے تو دین و ایمان کا تحفظ اور نئی نسل کی اسلامی تربیت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس تناظر میں یہ بات اچھی طرح سمجھی جاسکتی ہے کہ یہ مدارس بعض عناصر کی نگاہوں میں کیوں کھٹک رہے ہیں اور ان کو بدنام کرنے کی مذموم کوششیں کیوں جاری ہیں؟ یہ کتنے افسوس اور حیرت کی بات ہے کہ جو مدارس ملک کی تعلیمی شرح بڑھانے میں اہم رول ادا کر رہے ہیں اور خاص طور سے غریب اور پس ماندہ بچوں اور بچیوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کر رہے ہیں اور ملک کو اچھے شہری اور با اخلاق نوجوان فراہم کر رہے ہیں، ان کو دہشت گردی کا اڈہ باور کرانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ یہ ملک اور ملت دونوں کے خلاف ایک گہری سازش کا شاخسانہ ہے اور عوام کو بدگمان کرنے کی سازش ہے۔ ایسے مفسد عناصر اپنے مذموم مقاصد میں ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتے۔ کیوں کہ مدارس کی خدمات اور تحریک آزادی میں ان کا کردار باشندگان ملک پر بالکل عیاں ہے۔ اس سلسلہ میں ارباب مدارس کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنے روابط زیادہ سے زیادہ وسیع کریں، برادران وطن اور انتظامیہ کے لوگوں کو مختلف مواقع پر اپنے یہاں مدعو کریں تاکہ وہ لوگ بچشم خود مدارس کی سرگرمیوں کا مشاہدہ کرسکیں اور غلط پروپیگنڈہ کے ذریعہ جو بدگمانیاں پیدا کی جارہی ہیں ان کا ازالہ ہوسکے۔

مدارس میں اصلاح نصاب اور حالات و ظروف کے مطابق تبدیلیوں کی بات مختلف حلقوں کی جانب سے اٹھتی رہی ہے اور ارباب مدارس اس پہلو سے غافل بھی نہیں ہیں۔ اپنے بنیادی مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے حسب گنجائش مختلف علوم و فنون کو شامل کیا گیا ہے اور اب بھی یہ کوششیں جاری ہیں۔ اس سلسلہ میں جامعۃ الفلاح نے ایک قابل تقلید مثال پیش کی ہے۔ جامعہ نے ایک نیا تعلیمی تجربہ کیا اور بنیادی اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ عصری مضامین پر مشتمل ایک متوازن نصاب تعلیم کی تشکیل کی جو قدیم و جدید علوم کا بہترین سنگم اور حسین امتزاج ہے۔ جامعہ نے آغاز ہی سے اپنے سامنے یہ بنیادی مقصد رکھا ہے کہ ایسے نوجوان تیار کیے جائیں جو قرآن و سنت کا گہرا علم اور دینی بصیرت رکھتے ہوں اور جن کی نظر وقت کے اہم مسائل پر بھی ہو اور احیائے دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے

جذبہ سے سرشار ہوں۔ اس احساس کو سامنے رکھتے ہوئے جامعہ نے ابتدائی سے فضیلت تک کے لیے ایک مربوط نصاب تعلیم مرتب کیا اور برابر اس پر غور و فکر کا سلسلہ جاری ہے اور جو مفید تجاویز موصول ہوتی ہیں ان پر ذمہ داران جامعہ غور کرتے ہیں۔ جامعہ میں باقاعدہ ایک مجلس تعلیمی ہے جو ملت کے اہم علماء و ماہرین تعلیم پر مشتمل ہے۔ یہ مجلس اپنی سالانہ نشستوں میں تعلیم و تربیت سے متعلق امور پر غور وفکر کرتی ہے۔ ظاہر ہے کوئی نصاب تعلیم بجائے خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ ادارے کے پیش نظر مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے اس لیے اس میں ارتقاء اور احوال و ضروریات کے مطابق تبدیلی کا عمل جاری رہتا ہے۔ یہ ایک صحت مند نصاب کی علامت ہے۔

مئی ۲۰۰۹ء میں جامعہ کی مجلس تعلیمی اور مجلس شوریٰ نے نصاب کے سلسلہ میں چند اہم فیصلے کیے۔ اس کے تحت ابتدائی درجات میں درجہ سوم سے انگریزی شامل کردی گئی ہے اور عربی درجات میں اردو اور ہندی کا اضافہ اس طرح ہوا ہے جس سے عربی زبان اور اسلامیات سے متعلق مضامین متاثر نہ ہوں۔ ایک انتہائی اہم فیصلہ یہ ہوا ہے کہ فضیلت کے کورس کو تین سال کردیا گیا ہے۔ اور اس میں عمومی مضامین کے ساتھ تخصصی مضامین کا اضافہ کردیا گیا ہے۔ اس طرح فضیلت کے کورس میں تخصص کی شان پیدا ہوگئی ہے اور طلبہ قرآن مجید، حدیث، عربی ادب، [illegible] شریعت، [illegible] اور انگریزی [illegible]

[illegible]

مرحلہ ابتدائی (طلبہ و طالبات)

درجہ اول

مضامین	کتابیں	ہفتہ وار گھنٹیاں
دینیات	عقائد، عبادات، مسجد اور نماز طہارت وصفائی، آداب زندگی وغیرہ	۱۲
اردو	ہماری کتاب قاعدہ، نستعلیق (خوش خطی) روانی سے پڑھنا، نقل و املا	۱۲
حساب	جدید ریاضی حصہ اول (افضل حسین)	۱۲
عام معلومات	جسم کے اعضاء، کپڑے اور بدن کی صفائی گھریلو جانور، پھلوں کے نام، سبزیاں	۶
کھیل کود		۶

درجہ دوم

ناظرہ	تیسیر القرآن (سیدہ مدنی علی)	۹
اردو	ہماری کتاب اول (افضل حسین) اپنی کہانیاں، نقل و املا	۱۴
دینیات	وضو، غسل اور نماز کا طریقہ مع ترجمہ	۳
جنرل سائنس	عام معلومات حصہ اول (افضل حسین)	۲
حساب	جدید ریاضی حصہ دوم	۱۴
کھیل اور ورزش		۲

درجہ سوم

ناظرہ	پارہ عم کمل مع حفظ سورہ الفیل تا سورہ الناس	۹
اردو	(۱) ہماری کتاب حصہ دوم (افضل حسین)	۱۴
	(۲) پیاری نظمیں اول و ہماری کہانیاں اول	
دینیات	سچا دین اول (افضل حسین) پیارے رسول	۳
جنرل سائنس	عام معلومات حصہ دوم (افضل حسین)	۲
حساب	آسان ریاضی حصہ دوم	۹
ہندی	ہماری پوتھی پراتھمک نقل و املا	۲
انگلش	My ABC (Al-Qalam)	۳

درجہ چہارم

ناظرہ	ابتدائی دس پارہ مع حفظ سورہ العلق تا سورہ العصر	۹
دینیات	سچا دین دوم (افضل حسین)	۳
اردو	ہماری کتاب سوم (افضل حسین) اخلاقی کہانیاں دوم	۱۴
ہندی	ہماری پوتھی اول (افضل حسین)	۲
جغرافیہ	ہماری دنیا اول (افضل حسین)	۳
جنرل سائنس	عام معلومات سوم (افضل حسین)	۳
حساب	آسان ریاضی سوم (افضل حسین)	۹
انگلش	English Reader (A) (Al-Qalam)	۳

درجہ پنجم

ناظرہ	گیارہواں پارہ سے آخر تک مع حفظ سورہ الفجر تا سورہ التین	۹
دینیات	سچا دین سوم (افضل حسین)	۳
اردو	ہماری کتاب چہارم (افضل حسین) نقل و املا، مضمون نویسی	۱۲
	ہمارے نغمے اول و دوم، ہماری کہانیاں سوم	
ہندی	ہماری پوتھی دوم (افضل حسین)	۶
جغرافیہ	ہماری دنیا دوم (افضل حسین)	۳

جنرل سائنس	عام معلومات چہارم (افضل حسین)	۳
حساب	آسان ریاضی چہارم (افضل حسین)	۹
انگلش	English Reader(1) (Al-Qalam)	۳

مرحلہ ثانوی (طلبہ و طالبات)

درجہ ششم

دینیات	سچا دین چہارم (یوسف اصلاحی)	۶
	مع حفظ سورہ [illegible] تا الفاتحہ	
اردو	ہماری کتاب پنجم (افضل حسین) اخلاقی کہانیاں چہارم	۹
ہندی	ہماری پوتھی سوم (افضل حسین)	۶
تاریخ	آئینہ تاریخ اول	۳
جغرافیہ	ہماری دنیا سوم (افضل حسین)	۳
سائنس	(برائے طلبہ) ابتدائی سائنس اول	۹
	(برائے طالبات) گھریلو سائنس vi [illegible]	
حساب	[illegible]	۸
انگلش	Basic English Reader(I)	۶
	General English For Juniors (معاون کتاب)	

درجہ ہفتم

دینیات	[illegible]	۶
	[illegible]	
اردو	[illegible]	۹
[illegible]	[illegible]	۳
[illegible]	[illegible]	۲
[illegible]	[illegible]	۳
تاریخ	آئینہ تاریخ دوم	۳
جغرافیہ	ہمارا گرد و پیش دوم	۹
سائنس	(برائے طلبہ) ابتدائی سائنس دوم	۱۱
	(برائے طالبات) گھریلو سائنس vii (ایم اے رحمان)	
حساب	درسی کتاب ریاضی دوم، الجبرا و جیومیٹری دوم	۹
انگلش	Basic English Reader(ii)	۶
	General English For Juniors (معاون کتاب)	

درجہ ہشتم

دینیات	رسالہ دینیات (ابوالاعلیٰ مودودی) نصف آخر	۶
	خلفائے اربعہ مع حفظ سورہ [illegible] تا سورہ [illegible]	
اردو	تعمیری ادب نظم و نثر (منتخبات)	۹

فارسی	فارسی کی دوسری کتاب	۳
ہندی	ساہتیہ پربھا (نصف آخر)	۲
تاریخ	ہماری تاریخ و تمدن	۳
جغرافیہ	ہماری دنیا حصہ سوم	۳
سائنس	(برائے طلبہ) ابتدائی سائنس سوم	۲
ہوم سائنس	(برائے طالبات) گھریلو سائنس viii (تا دور سری)	۱۰
حساب	ریاضی سوم ... ریاضی سوم	۹
انگلش	Basic English Reader(iii)	۲
	General English For Juniors (معاون کتاب)	
	By S. Abdullah M.A.	

نوٹ: ابتدائی درجات میں ۲۰۰۶ء انگلش کے لیے پہلا سال ہے، اس لیے درجہ سوم کی کتاب "My ABC" چہارم اور پنجم میں بھی پڑھائی جائے گی۔ اگلے سال درجہ چہارم و پنجم میں English Reader (A) پڑھائی جائے گی۔ اس کے بعد تینوں درجات میں نصاب کے مطابق کتابیں زیرِ درس ہوں گی۔ ثانوی درجات میں طالبات کے لیے سائنس کی جگہ ہوم سائنس ہے۔

عربی درجات (طلبہ و طالبات)

مرحلہ متوسطہ

عربی اول

عربی زبان	معاون القراءۃ الرشیدۃ اول و ثانی	۱۱
	دروس اللغۃ اول (معاون کتاب)	
نحو	اسباق النحو اول	۶
صرف	اسباق النحو دوم	۱۲
انشاء	معلم الانشاء اول (نصف اول)	۲
تجوید	مع حفظ تیسواں پارہ (نصف آخر)	۱
انگریزی i	یوپی بورڈ درجہ نو کی کتاب (نصف اول)	۳
انگریزی ii	General Englidh for You (معاون کتاب)	۲
اردو	اردو کی نئی کتاب درجہ نو کے لیے (NCERT)	۱
ہندی	گدیہ سنکلن درجہ نو، کاویہ سنکلن ۔ ڈاکٹر سنت شرن شرما	۱
سیاسیات	(برائے طلبہ)	۱
ہوم سائنس	(برائے طالبات)	۱۰

عربی دوم

عربی زبان	القراءۃ الرشیدۃ اول و ثانی، امثال آصف الحکیم	۱۱
	دروس اللغۃ دوم (معاون کتاب)	
نحو	قواعد اللغۃ العربیۃ، ہدایۃ النحو	۲
صرف	تمرینات عامہ، خاصیات ابواب	۶
انشاء	معلم الانشاء اول (نصف آخر)	۲

تجوید	مع حفظ تیسواں پارہ (نصف اول)	۱
انگریزی i	یوپی بورڈ درجہ دس کی کتاب (نصف ثانی)	۳
انگریزی ii	General Englidh for You (معاون کتاب)	۲
اردو	اردو کی نئی کتاب درجہ دس کے لیے (NCERT)	۱
ہندی	گدیہ سنکلن درجہ دس، کاویہ سنکلن ۔ ڈاکٹر سنت شرن شرما	۱
سیاسیات	(برائے طلبہ)	۱
ہوم سائنس	(برائے طالبات)	۱۰
فقہ	القدوری از ابتدا تا کتاب الحج	۲

عربی سوم

تفسیر	سورۃ الحدید تا سورۃ الناس	۲
	مع حفظ سورۃ الصف والجمعۃ والمنافقون والمزمل والمدثر والقیامۃ والدہر	
حدیث	بلوغ المرام (نصف اول)	۲
فقہ	القدوری من کتاب البیوع تا کتاب الرضاع	۲
عربی زبان	[illegible]	۹
ادب	[illegible]	
نحو	قطر الندی	۳
بلاغت	[illegible]	۳
انگریزی i	یوپی بورڈ ... کی کتاب	۲
انگریزی ii	General English for You (معاون کتاب)	۳
اردو	عربی درجات کی کتاب ...	۱
ہندی	" " "	۱
سیاسیات	(برائے طلبہ)	۱
ہوم سائنس	(برائے طالبات)	۱۰
تاریخ	تاریخ اسلام از شاہ معین الدین (عہد نبوی)	۱
جغرافیہ	جغرافیہ عالم اسلام از عبدالماجد	۱

مرحلہ عالمیت

عربی چہارم

تفسیر	سورۃ السبا تا الواقعہ	۹
	مع حفظ سورۃ الفتح، الحجرات، ق، الرحمن، الواقعہ	
	اصول تفسیر، مقدمہ اصول تفسیر ابن تیمیہ	
حدیث	بلوغ المرام (نصف آخر)	۲
اصول حدیث	تیسیر مصطلح الحدیث (الباب الاول مع المقدمہ)	۳
عقیدہ	العقیدۃ الواسطیۃ (ابن تیمیہ)	۲

فقہ	القدوری کتاب الطلاق تا ختم کتاب	۲
عربی زبان وادب	جمہرۃ خطب العرب عہد الرسول وعہد ابی بکر باستثنائے خطب الوفود	۲
	دیوان الحماسہ (باب المراثی ۳۰۰ اشعار) مع حفظ ۷۵ اشعار	
تاریخ	تاریخ اسلام (شاہ معین الدین) عہد خلفائے راشدین	۱
جغرافیہ	جغرافیہ عالم اسلام (عبدالماجد)	۱
انشاء	معلم الانشاء دوم (۲۷ تا ۵۰ تمرینات)	۳
انگریزی	یوپی بورڈ درجہ گیارہویں کی کتاب	۲
اردو ادب	ادبی پارے (نظم و نثر) مؤلف خلیل ادب	۱
ہندی	انٹرمیڈیٹ گدیہ کے سنکلن ڈاکٹر ست نرائن شرما نصف اول انٹرمیڈیٹ کاویہ انجلی ڈاکٹر ... شرما نصف اول	۱
معاشیات	(برائے طلبہ)	۳
ہوم سائنس	(برائے طالبات)	"

عربی پنجم

تفسیر	سورہ مریم تا الاحزاب مع حفظ سورہ مریم و یس والسجدۃ	۹
	اصول تفسیر۔ مقدمہ نظام القرآن للفراہی	
حدیث	الموطا للامام مالک (منتخبات)	۲
فقہ	ھدایہ اولین واخیرین (منتخبات)	۲
اصول فقہ	علم اصول الفقہ للخلاف	۳
عربی زبان وادب	جمہرۃ خطب العرب، الخطب والوصایا فی العصر العباسی الاول ۱ تا ۵۳	۲
	دیوان الحماسہ (باب الحماسہ ۳۰۰ اشعار) مع حفظ ۱۰۰ اشعار	
انشاء	معلم الانشاء دوم تمرینات ۷ تا ...	۱
بلاغت	البلاغۃ الواضحۃ	۲
فرائض	السراجی	۳
منطق وفلسفہ	اصطلاحات مشہورۃ	۱
انگریزی	یوپی بورڈ بارہویں کی کتاب	۲
اردو	عربی چہارم کی کتابوں کا نصف ثانی	۱
ہندی	" "	۱
معاشیات	(برائے طلبہ)	۳
ہوم سائنس	(برائے طالبات)	"

نوٹ: عربی پنجم میں ایک مقالہ تیار کرنا بھی لازمی ہے۔

مرحلہ فضیلت (طلبہ وطالبات)

نوٹ: اس مرحلہ میں پانچ گھنٹیاں لازمی عمومی مضامین کے لئے ہوں گی اور تین گھنٹیاں خصوصی مضمون کے لئے ہوں گی جس کا انتخاب طالب علم خود کرے گا۔

سال اول (عربی ششم)

تفسیر	سورۃ یوسف تا الکہف مع حفظ سورۃ یوسف و ابراھیم	۹
حدیث	السنن لابی داؤد (منتخبات)	۳
عقیدہ	شرح العقیدۃ الطحاویۃ (منتخبات)	۲
فقہ مقارن	بدایۃ المجتہد اول (منتخبات)	۳
عربی ادب وانشاء	جمہرۃ خطب العرب من العصر الفاروقی الی العہد الاموی ۵ تا ۱۳۸ معلقات عمرو بن کلثوم و زہیر و طرفہ	۲
اردو ادب و تاریخ	اردو ادب ...	۱
انگریزی	پورا انچل یونیورسٹی بی اے سال اول کا کورس	۲

سال دوم (عربی ہفتم)

تفسیر	سورۃ الانعام تا التوبۃ مع حفظ سورۃ التوبۃ	۹
حدیث	الصحیح لمسلم (منتخبات)	۳
فقہ مقارن	بدایۃ المجتہد اول (منتخبات)	۳
عربی ادب وانشاء	جمہرۃ خطب العرب العصر العباسی الاول ... معلقات امرؤ القیس، لبید، نابغہ، عنترہ	۲
اردو تنقید نگاری	اردو تنقید کا ارتقاء عبادت بریلوی	۱
ایجوکیشن	فن تعلیم و تربیت افضل حسین، معاون کتاب	۲
انگریزی	پورا انچل یونیورسٹی بی اے سال دوم کا کورس	۲

سال سوم (عربی ہشتم)

تفسیر	سورۃ الفاتحہ تا المائدہ مع حفظ الجزء الاول	۹
حدیث	الصحیح للبخاری (منتخبات)	۳
فقہ مقارن	بدایۃ المجتہد دوم (منتخبات)	۳
اسرار شریعت	حجۃ اللہ البالغۃ (منتخبات)	۲

عربی ادب ۵	معلقات حارث بن حلزة والاعشی	۲
تاریخ ادب عربی	مقدمة ابن خلدون (منتخبات)	
	تاریخ الادب العربی شوقی ضیف (منتخبات)	
انگریزی	پورا انگلش یونیورسٹی بی اے فائنل کا کورس	۲

☆ نوٹ: طالب علم کو خصوصی مضمون سے متعلق ایک تحقیقی مقالہ پچاس صفحات کا لکھنا ہوگا۔ عنوان کا تعین سال اول میں ہو جائے گا۔

خصوصی مضامین

التفسیر وعلوم القرآن

سال اول (عربی ششم)

تفسیر	سوره الفاتحه تا الاعراف (تفسیر ابن کثیر)	۹
اصول تفسیر	الفوز الکبیر	۱
علوم القرآن	مناهل العرفان للزرقانی	۲
مناہج التفسیر	التفسیر والمفسرون للذهبی	۳
احکام القرآن	تفسیر آیات الاحکام للصابونی	۳

سال دوم (عربی ہفتم)

تفسیر	سورہ الانفال تا الفرقان (تفسیر ابن کثیر)	۹
اصول تفسیر	مقدمه نظام القرآن	۱
	والتکمیل فی اصول التاویل للفراهی	
علوم القرآن	الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی	۲
مناہج التفسیر	التفسیر والمفسرون للذهبی	۳
احکام القرآن	تفسیر آیات الاحکام للصابونی	۳

سال سوم (عربی ہشتم)

تفسیر	سوره الشعراء تا الناس (تفسیر ابن کثیر)	۹
تاریخ القرآن	المدخل لدراسة القرآن الکریم۔ محمد ابو شهبه	۱
اعجاز القرآن	اعجاز القرآن للباقلانی	۲
مناہج التفسیر	اتجاهات التفسیر للرومی	۲
احکام القرآن	تفسیر آیات الاحکام للصابونی	۳
غریب القرآن	مفردات القرآن للفراهی	۱

الحدیث و علوم الحدیث

سال اول (عربی ششم)

حدیث	سنن ابن ماجه، سنن نسائی	۹

مصطلح الحدیث	معجم مصطلحات الحدیث	۱
	د۔ ضیاء الرحمن الاعظمی	
تدوین الحدیث	دراسات فی الحدیث لمصطفی اعظمی	۳
	السنة قبل التدوین۔ محمد عجاج خطیب	
	بحوث فی تاریخ السنة۔ اکرم ضیاء العمری	
فقہ الحدیث	نیل الاوطار للشوکانی	۲

سال دوم (عربی ہفتم)

حدیث	سنن الترمذی، سنن ابی داؤد	۹
جرح وتعدیل	دراسات فی الجرح والتعدیل،	۳
	د۔ ضیاء الرحمن الاعظمی	
شبہات حول الحدیث	السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي / دفاع عن السنة د۔ محمد ابو شهبه	۱
فقہ الحدیث	نیل الاوطار للشوکانی	۲

سال سوم (عربی ہشتم)

حدیث	الصحیح للبخاری والصحیح لمسلم	۹
تخریج الحدیث	تخریج الحدیث نشأته و منهجه، ابو اللیث	۱
نقد الحدیث	منهج النقد عند المحدثین، د۔ مصطفی اعظمی	۱
	منهج النقد فی علوم الحدیث نور الدین عتر	
فقہ الحدیث	نیل الاوطار للشوکانی	۲
علوم الحدیث	الکفایة فی علم الروایة۔ الخطیب البغدادی	۱

الدعوة

سال اول (عربی ششم)

تقابلی مطالعہ ادیان	ہندو مت،	۲
	فصول فی ادیان الہند، د۔ ضیاء الرحمن الاعظمی	
تاریخ دعوت	انبیاء کی تاریخ	۳
اصول دعوت	اصول الدعوة۔	۳
	عبد الکریم زیدان	
ہندی		۲
سنسکرت		۲
تاریخ ہند		۲

سال دوم (عربی ہفتم)

تقابلی مطالعہ ادیان	یہودیت و نصرانیت	۲
	الیهودیة والمسیحیة للاعظمی	
فقہ الدعوة	من فقه الدعوة۔ مصطفی مشهور	۳
تحریکات ونظریات	سوشلزم، سرمایہ داری،	۳
	مادہ پرستی، الحاد وغیرہ	

ہندی		۲
سنسکرت		۲
تاریخ ہند		۲

سال سوم (عربی ہشتم)

تقابلی مطالعہ ادیان	سکھ مت، بدھ مت، جین مت	۲
تاریخ دعوت	"ہندوستان کے تناظر میں"	۳
ہندی	صحافتی مشق	۳
سنسکرت		۳
اسالیب دعوت و آداب دعوت مع عملی تجربات		۳

۱۔ الدعوة الاسلامية و منهاجها۔ امین احسن الاصلاحی
۲۔ تذكرة الدعاة لبهي الخولي
۳۔ رسائل الامام حسن البنا
٤۔ المدخل الى علم الدعوة

☆☆☆

فضیلت کے نصاب کی خصوصیات

- اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ انگریزی، اردو اور ایجوکیشن کی تعلیم۔
- عمومی مضامین کے ساتھ ساتھ طالب علم کی پسند کے لحاظ سے

خصوصی مضمون۔ ا۔ تفسیر و علوم القرآن ب۔ حدیث و علوم الحدیث ج۔ دعوت

- مذکورہ خصوصی مضامین کی شمولیت کی وجہ سے فضیلت کے کورس میں تخصص کی شان پیدا ہو گی ہے اور طالب علم عمومی مضامین کے ساتھ کسی ایک مضمون میں خصوصی طور سے تیار ہو جائے گا۔
- فضیلت کے تیسرے سال میں طالب علم خصوصی مضمون سے متعلق ایک تحقیقی مقالہ پیش کرے گا۔

☆☆☆

جامعہ کے لیل و نہار

ادارہ

مولانا مودودی سیمینار کی پیش رفت

یکم ستمبر ۲۰۰۱ء کو مجلس شوریٰ میں مولانا مودودی سیمینار کا ابتدائی خاکہ پیش کیا گیا۔ اس موقع پر یہ مشورہ آیا کہ سیمینار کی نوعیت اور اہمیت کے پیش نظر مزید صلاح و مشورے کے لیے علی گڑھ اور دہلی کا سفر کیا جائے اور اصحاب الرائے سے تبادلہ خیال کے بعد خاکہ مرتب کیا جائے۔ چنانچہ کنوینر سیمینار کمیٹی مولانا مقبول احمد فلاحی نے ۲۱ ستمبر تا ۲ اکتوبر علی گڑھ اور دہلی کا سفر کیا۔ اس سفر میں موصوف نے ذمہ داران تحریک، اہل علم و دانشوران اور فلاحی برادران سے انفرادی و اجتماعی ملاقاتیں کیں۔ تبادلہ خیال کے بہتر نتائج سامنے آئے۔ حاصل شدہ تجاویز و مشوروں کے پیش نظر سیمینار کا خاکہ زیر ترتیب ہے۔ ان شاء اللہ دسمبر ۲۰۰۳ء میں سیمینار جامعۃ الفلاح کیمپس میں منعقد ہوگا۔ سیمینار سہ روزہ ہوگا۔ ہر روز تین سیشن ہوں گے۔ اس طرح کل ۹ سیشن پر مشتمل سیمینار ہوگا۔ عنقریب سیمینار کا ابتدائی خاکہ اخبارات میں اشاعت کے لیے ارسال کر دیا جائے گا۔ موضوع سے دلچسپی رکھنے والے اور دیگر بہی خواہان و فلاحی برادران سے اپیل ہے کہ نظم و انصرام و دیگر معاملات میں دلچسپی لیتے ہوئے اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہیں۔ مصارف کے سلسلے میں اپنا تعاون پیش فرمائیں۔

کلیۃ البنات جامعۃ الفلاح کے لیے دو منصوبے

جامعہ کے معمول کے مصارف اس قدر ہیں کہ سالانہ اخراجات کی تکمیل بڑی مشکل سے ہو پاتی ہے۔ اس لیے بعض ضروری منصوبے اہل خیر حضرات کے خصوصی تعاون سے پورے کیے جاتے ہیں۔ نئے تعلیمی سال کے لیے دفتر اہتمام کے پیش نظر کلیۃ البنات میں دو کام کرنے کا منصوبہ ہے۔ جس کے لیے اہل خیر سے خصوصی تعاون کی اپیل ہے۔

فرنیچر: الحمد للہ اس سال شعبہ اعلیٰ کے درجات میں فرنیچر کی فراہمی کا کام مکمل ہو گیا ہے۔ اگلے مرحلے میں شعبہ اعلیٰ کلیۃ البنات کے لیے فرنیچر کی فراہمی کا منصوبہ ہے۔ ایک ڈسک اور ایک بینچ جو ہر دو طالبات کے لیے کافی ہوتا ہے مبلغ ۶۵۰ روپے کی لاگت سے تیار ہوتا ہے۔ ایک کلاس میں تقریباً ۱۵ سیٹ درکار ہیں۔ جن کی مجموعی لاگت ۱۰۰۰۰ روپے ہے۔ اس طرح ہر درجے میں کئی سیکشن ہیں۔ ایک درجے کے تمام سیکشنوں کو فرنیچر کی فراہمی میں اسی حساب سے لاگت آئے گی۔ اہل خیر حضرات ایک سیٹ سے لے کر ایک کلاس اور پورے درجے یا اس سے زائد کی ذمہ داری لے سکتے ہیں۔

(بقیہ ص ۱۲ پر)

بہی خواہان جامعہ کی خدمت میں

ناظم جامعہ

آج کے طوفانی دور میں جب کہ ہر طرف مادیت کی یلغار ہے اور اخلاقی قدریں روبہ زوال ہیں، اسلام پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور ملت اسلامیہ کو مختلف قسم کے چیلنجوں کا سامنا ہے، ایسے پرآشوب دور میں 'جامعۃ الفلاح' ان چیلنجوں کا ایک پرعزم جواب ہے، جہاں مسلمان بچوں کی اس انداز سے تعلیم و تربیت کی جاتی ہے کہ ان کے اندر کتاب و سنت کا گہرا علم پیدا ہو اور اسلامی اخلاق و کردار سے آراستہ ہوں، عصر حاضر کے افکار و نظریات سے واقف ہوں اور ان کے اندر احیائے دین و شہادت حق کا ایسا جذبہ پیدا ہو کہ وہ وسعت قلب و نظر کے ساتھ معاشرے کی اصلاح اور دعوت اسلامی کے لیے اپنی صلاحیتوں کو وقف کر سکیں۔

نیچے جامعہ کے نمائندوں اور ان کے حلقہ کار کی فہرست دی جا رہی ہے براہ کرم بہی خواہان جامعہ ان کے ساتھ اپنی دلچسپیوں اور ہمدردیوں کا ثبوت دیں اور دیگر احباب کو بھی اس طرف متوجہ کریں۔

جناب سراج احمد صاحب	جے جے مقتا، مدنپورہ، کانگریس ہاؤس، بائیکلہ، ناگپاڑہ، ڈونگری
جناب محمد خالد صاحب	بھنڈی بازار، دادر، چوکی محلہ، ممبئی سینٹرل وغیرہ۔
جناب مولانا امیر فیصل صاحب	کرلا، گوونڈی، ساکی ناکہ، مرول ناکہ، چمبور، کالینا، گھاٹ
جناب افتخار الحسن صاحب	کوپر، کوسہ ممبرا، شیواجی نگر، بیگن واڑی وغیرہ۔
جناب حاجی اخلاق احمد صاحب	ریے روڈ، ماہم، دھاراوی، باندرہ، سانتا کروز، اندھیری،
مولوی علی اختر احمد صاحب	وسئی، ویرار، بوگیشوری، گنیش نگر، بوریولی، ملاڈ۔
جناب عرفان احمد صاحب	بھیونڈی، کلیان
جناب [illegible] احمد صاحب	
جناب محمد ابراہیم صاحب	بنگلور، میسور، ہاسن، مدراوتی، شموگہ وغیرہ
جناب عبدالرحمن صاحب	
جناب خالد حنیف صاحب	کوسہ ممبرا، پونہ، ناسک وغیرہ۔
جناب جمیل احمد صاحب	دہلی، غازی آباد، ہاپوڑ، میرٹھ، مظفرنگر، سہارنپور، دیرادون۔

جناب توفیق احمد صاحب	مرادآباد، رامپور، اکبرالہ، دہلی، بھیونڈی، دہلی۔
جناب حافظ عطاء اللہ صاحب	بھساول، جلگاؤں، برہان پور، مالیگاؤں، اورنگ آباد، ایوت محل
جناب ماسٹر حامد صاحب	ملکاپور، گنیش پور، بھساول، آکولہ، جالنہ وغیرہ۔
ماسٹر منور علی صاحب	حیدرآباد، سکندرآباد
مولوی جرار احمد صاحب	
حافظ مصطفی صاحب	کلکتہ، آسنسول، بردوان، دھنباد، جمشید پور، رانچی وغیرہ
عبدالرحمن خالد صاحب	
جناب محمد اسماعیل صاحب	بھاگلپور، مظفرپور، پٹنہ، سیوان وغیرہ
جناب اقبال قمر صاحب	جے پور، کوٹہ، بہار، سیتا، وزیرپور، ماگرول، مادھو پور
جناب عبدالودود صاحب	بہرائچ، بیلو، اوڈی کلاں، مرزاپور، بھکسولی وغیرہ۔
جناب ریاض الدین صاحب	سرائے میر، پھولپور، الہ آباد، جونپور، مرزاپور، اوبرا،
جناب اقرار علی صاحب	سراج گنج، بھدوہی وغیرہ۔
جناب معین الدین صاحب	مئو، کوپاگنج، سلطانپور، پورہ معروف وغیرہ
جناب حافظ احسان الحق صاحب	اندور، اجین وغیرہ
جناب عرفان احمد صاحب عثمانی	احمدآباد، سورت، واپی، بڑودہ، پارڈی، بلساڑ وغیرہ
جناب حبیب احمد صاحب	
جناب ماسٹر نظام الدین صاحب	گورکھپور، تلسی پور، بستی، گونڈہ، بلرامپور، بہرائچ وغیرہ۔
جناب منشی کلیل صاحب	بنارس، لکھنؤ، کانپور، بریلی، رامپور، نینی تال، علی گڑھ۔
جناب محمد نعیم صاحب	فیض آباد، رسول پور، بھولے پور، بارہ بنکی، مچھلی شہر وغیرہ۔
جناب پرویز عالم صاحب	اعظم گڑھ، مبارک پور، محمد پور، صدر، آنوک، کوپاگنج، سنجر پور
جناب [illegible] احمد صاحب	نصیر پور، بگلوا، بھگت پور، علاء الدین پٹی، ہندول، جیراجپور، [illegible]، پھولپوری وغیرہ
معین الدین رشید الاسلام صاحب	[illegible]، بلیا، روشن آباد، بازدی، عمرآباد، اعظم گڑھ وغیرہ۔

☆☆☆